قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید
وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

آداب تلاوتِ قرآن

مفتی انتظام اللہ شہابی

عاکف بکڈپو ۳۰۷ سوئیوالان مٹیا محل دہلی ۶

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید
وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

آداب
تلاوتِ قرآن

از

مفتی انتظام اللہ شہابی

ناشر
عاکف بکڈپو ۳۰۷ مٹیا محل دہلی ۶

آدابِ تلاوتِ قرآن
مفتی انتظام اللہ شہابی
۱۹۹۰ء
دس روپے
عاکف بکڈپو
ٹیا محل دہلی ۶

یہ کتاب مندرجہ ذیل مقامات سے بھی طلب کی جا سکتی ہے:

ادارہ اشاعتِ دینیات حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۳
نسیم بکڈپو ۲۵ گوتم بدھ روڈ لکھنؤ
مکتبہ الحسنات ۲۲۴۱ کوچہ چیلان دریا گنج دہلی ۲
اسلامک بک فاؤنڈیشن۔ حوض سوئیوالان نئی دہلی ۲
اسٹوڈینٹ بک ہاؤس چار مینار حیدر آباد
دارالاشاعت اسلامیہ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ
سیفی بک ایجنسی ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی
ادارہ اشاعتِ دینیات ۳۶ محمد علی روڈ بمبئی

آغاز کلام

تمام دنیا کے مذاہب میں سب سے زیادہ جامع، آسان، قابل عمل، واضح اور روشن مذہب اسلام ہے جو ہر زمانہ میں ہر قوم اور ہر ملک کے لوگوں کی روحانی تکمیل اور ترقی زمان و مکان کی ضمانت کے باعث ہر جویائے حق کے لئے قابل قبول رہا ہے جو خدا کی وحدانیت کے اعلان کے ساتھ جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایک قرآن ایک قبلہ اور ایک ہی معیار تمدن انسانی کی تلقین کے لئے دیار عرب کے ریگ زار میں نمودار ہوا۔ یہ قطعہ زمین جو نہ صرف جغرافیائی حیثیت سے بنجر تھا بلکہ تمام اخلاقی اوصاف اور مکارم انسانی کے اعتبار سے خالی ہوتے ہوئے جملہ رذائل و ضلائل کا مرکز بنا ہوا تھا۔ جہاں کے لوگ علم سے بے بہرہ اور شرافت سے خالی تھے اور نہ ہی شرافت کی جستجو میں کوشاں و سرگرداں تھے، عزت کی تمنا تھی نہ عظمت کی ہوس، قتل و غارت گری ظلم و فساد، بغض و عناد، خوں ریزی اور عداوت کے باعث انسان انسانیت سے محروم ہو چکے تھے اور انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ یہاں انسانی عظمت و وقار اور عزت نفس خود ساختہ بتوں کے سامنے پامال ہو رہے تھے۔ قوم اور قومیت کا نظریہ تو کجا، سرداری کے دعوے تھے مگر خدمت سے خالی اور رہبری سے عاری، غرضیکہ عزت نفس، خودداری و تہذیب حیات کے تمام سرچشمے اس ریگ زار میں خشک ہو چکے تھے،

مرد و عورت، بچے، جوان اور بوڑھے سب ہی میدان ضلالت و گمراہی میں بھٹک رہے تھے۔ یہ تھی اس ملک کی اس وقت حالت اور اس سے زیادہ بدتر حالت ان ممالک کی تھی جو تہذیب و تمدن کے مدعی اور علم وفن کے دعویدار تھے۔ اپنی قدامت پر نازاں تھے اور قدیم تعلیمات مذاہب کا اپنے آپ کو حامل سمجھتے ہوئے مطلق العنانی اور شہنشاہیت کے پردہ میں وحشت اور بربریت کے علم کے نیچے اندھیر برپا کئے ہوئے تھے۔ جن کی زبان میں لوٹ کھسوٹ اور ظلم کا نام دولت مندی قعر مذلت اور پستی کا نام اقبال مندی، جہالت کا نام حکمت تمام سوقیانہ حرکات کا نام حقانیت، عداوت بغض و کینہ کا نام حق پروری اور غارت گری کا نام عدل گستری تھا۔ توہمات کو مذہب کہتے تھے، اخلاقیات کا معیار ان کی نظر میں دنیا کو ترک کر دینا تھا۔ گداگری کے عیب سے روح کی جلا کرتے تھے۔ بندوں کے ممنون نہ خدا کے شکر گذار۔ خدا کے نام کو گمراہیوں میں بھلا چکے تھے۔ ذاتی عناد اور خود غرضی کو بروئے کار لانے کے لئے اپنی دماغی اختراعات کے ذریعہ اپنے پیغمبروں کی تعلیمات کو بھی بدل ڈالا تھا۔ افراد انسانی کا احساس اس درجہ پست کر دیا تھا کہ ظلم کے خلاف آواز اٹھانا اور سچی بات کہنے کی سزا موت کو دعوت دینا تھی۔ غرضکہ تمام دنیا کے اقوام و مذاہب کے شعائر کی یہی کیفیت تھی۔

اقوام و ملل دیر و دیار سب کچھ موجود تھے مگر سب کے سب ضلالت و گمراہی کے شکار تھے۔ حکومتوں کے قیام کا مقصد ظلم اور نفس پروری تھا۔ تعلیمات وسائل اور زندگی کی دوسری سہولتوں پر ایک خاص طبقہ کی اجارہ داری تھی اور غریب عوام افلاس، غربت اور غلامی کی صعوبتیں برداشت کرنے کے لئے زندہ تھے۔ مقام اور وقت کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ مذہب رائج تھے جو صرف اسی جگہ کام آتے جہاں کے لئے وہ وضع کئے گئے تھے۔

یہی انسانوں کے وضع کردہ مذہبی قوانین تھے جنھوں نے انسانوں کو اتحاد و اتفاق اور یک جہتی کی بجائے آپس میں دست و گریباں کر دیا۔ امن و عافیت کی بجائے جدال و قتال ان اقوام کی سرشت میں داخل ہو گیا اخلاق و کردار کی تباہی ہوئی تعصب کی آگ نے مکارم اخلاق کو جلا کر خاک کر دیا۔ انسانیت بلبلا اٹھی اور فطرت نے تقاضا کیا کہ اللہ کی سچی ہدایت دنیائے انسانیت کے لئے عالمگیر پیمانے پر بھاری ہو تاکہ بھٹکے ہوئے انسان اپنی منزل مقصود کو پالیں۔ گمراہوں کو راستہ مل جائے۔ امن و عافیت پیدا ہو کر بے راہ روی دور ہو جائے اور انسانی تہذیب کو پھلنے پھولنے کا موقع مل سکے۔

چنانچہ اس زمانہ کے لحاظ سے دنیا کی سب سے زیادہ بگڑی ہوئی سرزمین پر جو بے آب و گیاہ ہونے کے ساتھ ہی دیگر تمام برائیوں کا مرکز تھی خداوند عالم نے ہدایت کا آفتاب طلوع کیا یعنی انہی لوگوں میں جناب سرور عالم سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر دنیائے انسانیت پر بڑا احسان فرمایا۔ آپ نے اللہ کی سچی قرآنی تعلیم کے ذریعہ ایک پُرامن اور شاندار تہذیب کی بنا ڈالی ایک بڑے کردار اور اعلیٰ معیار کی اساس قائم کی۔ نیکی کو رواج دیا صلح جوئی احساس الفت و محبت کے سلسلہ کو قائم کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں لوگوں نے اللہ کی ہدایت کو قبول کر لیا جس کے بعد اسلام کے صحیح اور حقیقی تمدن کی بنیاد پڑی لوگوں کو باقاعدہ بھائی چارہ اور اخوت کی تعلیم دی گئی اور خدائے واحد کی عبادت سے انسانی عظمت و وقار کو بلندی نصیب ہوئی۔ معبودانِ باطل کے سامنے سر جھکانے کی ممانعت فرمائی۔ شرافت نسبی اور ذات پات کا فرق مٹایا۔ خدا کا خوف دلوں میں بٹھایا گیا جس سے امن کے قیام میں سہولت ہوئی۔ امیر و غریب، دولت مند و فقیر، آقا و غلام سب کو ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر ایک ہی خدائے برتر کی عبادت کرنے کی ہدایت فرمائی

قیامِ امن کی یہی سب سے بڑی کوشش تھی جو نہایت کامیاب ثابت ہوئی جس کے لئے ہزاروں سال سے دنیائے انسانیت بے قرار تھی۔ عبادت کے ذوق و شوق نے انسانوں میں خوش اخلاقی و بلند کرداری پیدا کی اور ان صفات کا حامل جو معاشرہ پیدا ہوا اس کے افراد اب ظلم کرنے سے رُک گئے۔ بدیانتی کو ختم کر دیا۔ حق کو پہچانا اور حق پر جان دینے لگے۔ کردار میں صحیح بے باکی آ گئی۔ دینی اور دنیوی ترقی ان کا شعار بن گیا۔ آداب سے واقف اور آئین کے پابند ہو گئے عبادت کے اوقات اور اصول عبادت کے طریقوں پر شدت سے عمل کرنے کے باعث یہ معاشرہ انتظام و انصرام کی اعلیٰ صلاحیتوں پر فائز المرام ہوتا چلا گیا۔

اسلامی تمدّن کے اس انقلابی پہلو نے دنیا کی تاریخ میں ایک نئے دور اور نئے زمانہ کا آغاز کیا اور اس آغاز سے لوگوں کے شعورِ خام کو پختگی کے اعلیٰ مقام پر فائز کر کے ان کی زندگی کو اس بلند اور اعلیٰ زاویہ پر پہنچا دیا جہاں کبھی دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے تمدّن نے پہنچکر نوعِ انسانی کو جہانبانی کے ڈھب، حکمرانی کے اصول۔ تہذیب کے طریقے، اور ترویج علم و روحانیت کے اسالیب سکھائے تھے جن کی خوشگوار یادداشت سے آج تک تاریخ کا دل شاد اور انسانی تمدّن کا دماغ روشن اور آباد ہے۔

آنحضرت صلعم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد انسانیت کے دشمن گروہ نے اس شمعِ ہدایت کو گل کرنا چاہا مگر نہ کر سکے اسلام بڑھا پھلا اور پھولا اور قرب و جوار کے اکثر ممالک پر چھا گیا۔ نہایت مختصر عرصہ میں ظلم کرنے والے مظلوموں کے فریادرس بن گئے۔ گناہگاروں نے عصیاں شعاری سے توبہ کی اور عابد و زاہد بن گئے۔ سرداروں نے سرداری کا زعم باطل ختم کر دیا۔ دولت مندوں نے غریبوں کو گلے سے لگا لیا۔

اس طرح وہ انسانی اوصاف جنھوں نے مختلف اقوام و ممالک کے آغوش میں پرورش پائی تھی، اخلاقی روحانی اور معاشرتی کمزوریوں کے باعث نہ پروان چڑھ سکے تھے۔ مگر اس کی تکمیل کی شاہراہیں اسلامی معاشرہ کے قیام کے باعث کھلتی چلی گئیں۔

حضور سرکار دو عالم صلعم کے وصال کے بعد خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین، خدا، رسولؐ اور قرآن کی تعلیمات پر شدت سے کاربند ہو کر جس میدان میں نکلے کامیاب و کامران ہوئے اور رفتہ رفتہ آدھی دنیا کے مالک بن گئے یہ لوگ اسلامی تہذیب و تمدن کے ایسے سچے نمونے تھے کہ اسلام ان کی روحانیت اور اپنی صداقت کے اثر سے خود بخود دور دراز کے دیار و امصار میں پھیلتا چلا گیا۔ ان توحید پرستوں کے قدم جس ملک میں پہنچے وہاں کے انسانوں نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کی تعلیمات کو عین رحمت سمجھا نتیجہ میں فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے عوام سے لیکر خواص تک سب ان کے تابع فرمان ہو گئے۔ مؤرخین اسلام نے اس دور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ یہ توحید کے شیدائی انسان علم وحدانیت ہاتھ میں لیکر دن میں اگر شمشیر بکف ہوتے تو رات میں دست بدعا، دن میں اگر سرکشوں اور مخالفین اسلام کی گردن زدنی کرتے تو رات بھر جبین نیاز اپنے خدائے قدوس کے سامنے گھستے تھے اور رو رو کر دعائیں مانگتے کہ اے میرے رب اے خدائے برتر و بہتر دن میں اس بندہ عاجز سے جو کچھ ہوا اگر تیری خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے کیا تو تو اس کو قبول فرما اور ہمارے لئے باعث مغفرت بنا۔ اس ملک کے انسانوں کو توفیق عطا فرما کہ وہ تجھے سمجھیں اور تیرے دین کو پہچانیں اور ان کا سر جو اغیار کے سامنے جھکا ہوا ہے وہ تیری اور خاص تیری چوکھٹ پر جھکے یہ تیرے دین اور تیرے محبوب کی تعلیم پر کاربند ہوں۔ ان کی یہ دعائیں بے اثر نہ تھیں اور بے اثر کیوں ہوتیں جبکہ خلوص نیت سے مانگی جاتی تھیں۔ چنانچہ نیم شب

کی یہ دعائیں اس طرح فوری قبول ہوتیں کہ صبح کو فتح و نصرت ان کے قدم چومتی اور زمین کے یہ مالک ہوتے اور اس سرزمین پر بسنے والے ان کے احکام کے تابع فرمان - انسانوں کی گردنیں ان کے ہاتھ میں اور خود ان کی گردنیں خدائے برتر و قدوس کے دربار میں خم - ان لوگوں نے جو احکامات جاری کئے قرآن مجید اور احادیث نبوی کی روشنی میں ان کا نفاذ ہوا -

خلفائے راشدین کے بعد جب سرکش اور خود غرض لوگوں نے دوبارہ اپنی مطلق العنان بادشاہت قائم کرنے کی کوشش کی تو تبلیغ دین اور اشاعت کلام اللہ کا کام اور اسلام کے مقدس نام کو بلند رکھنے اور روشن کرنے کے لئے اولیائے کرام نے اس مقدس فریضہ کی ذمّہ داری لی جن کا مقصد محض انسانوں کی ہدایت، اسلام کی خدمت، علم کی سربلندی، خدائی احکامات کو پھیلانے اور اسلامی تہذیب و تمدّن کو عام کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا - چنانچہ یہ لوگ خدا کے بھروسہ پر اشاعت دین کی خاطر اپنے گھروں سے نکلے اور دور دراز مقامات پر پہنچ کر اسلام کی اشاعت کی -

ان لوگوں کی زندگی بڑی سیدھی سادی اسلامی شریعت پر مبنی ہوتی تھی - خلق اللہ کی خدمت - اسلامی تعلیم کی اشاعت ، خدائے واحد کی عبادت کے ذریعہ اپنی روح کی جلا کرنا نہ کسی کا ہدیہ قبول کرنا نہ کسی سے کچھ طلب کرنا اور بے غرض ہوکر خلوص کے ساتھ زندگی گزارنا اپنی محنت اور کاروبار سے اپنی معاشں کو ڈھونڈنا اور ان ہی کاموں کے ساتھ اسلام کے اوصاف سے عوام الناس کو روشناس کرانا جو کہنا وہی کرنا اور سچ پر قائم رہنا خواہ اس میں کتنی ہی قربانیاں دینی پڑیں ان لوگوں کا اصل شعار تھا -

چنانچہ دور دراز ممالک میں اسلام کی روشنی ان ہی مقدس اور با برکت انسانوں کے ذریعہ پھیلی اور ایشیا کے بڑے بڑے ممالک پر اسلامی پرچم لہرانے لگا - تبلیغ دین کی جدو جہد جو ان لوگوں نے کی ، خداوند تعالیٰ کی طرف

سے اس کے نتیجہ میں ہر طرف برکات کا نزول ہوا۔ ہر دل میں سرور۔ ہر چہرہ بشاش ہر انسان غنی اور بے فکر، یہ اسلام کی خوبی تھی کہ موافق اور مخالف دونوں اس برکت سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیضیاب تھے۔ مسجدیں آباد وقت پر نماز اور اذان اس کے بعد تلاوت قرآن مجید خانقاہیں مریدین اور مرشدین سے معمور ہر شخص اپنے حوصلہ کے مطابق اپنے مولیٰ سے لو لگائے ترقی درجات کا طالب تھا۔

اس کے بعد ایک دوسرا دَور شروع ہوا جبکہ اُمرا اور سلاطین نے امور شریعت میں دخل اندازی شروع کی۔ نہ فرائض کی خبر رہی اور نہ سنن کی پرواہ نہ تلاوت قرآن مجید اور نہ رات دن کے اوراد، اپنے آقا و مولیٰ خالق ارض و سما سے بیگانگت اختیار کی اور اس دَور کے بعض علماء خدا کی رضا جوئی کے مقابل حکومت وقت کی خوشنودی اور مناصب و مراتب کے حصول کے لئے آپس میں دست و گریبان ہونے لگے ایک دوسرے کو کافر بنایا اور آپس میں انتشار پیدا کر کے دنیوی عزّ و جاہ اور مال و دولت حاصل کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خیر و برکت اٹھی۔ اسلامی اخوت و برادری کی جگہ خود غرضی نے لے لی۔ کمزور ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ سلطنت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ اب وہی انسان جو خدا کو واحد جانتے ہیں اور اسلام پر شیدا ہیں اس کے نام پر ہر وقت مٹنے کو تیار ہیں ان کا یہ حال ہے کہ دنیا میں دیگر اقوام کے دست نگر اور ان کے مقابلہ میں پست نہ ان کے پاس مال و دولت ہے اور نہ ہی آخرت کی بضاعت سے ان کا دامن مالا مال ہے اور یہ سب نتیجہ ہے دنیا کے اسباب و وسائل پر بھروسہ کرنے اور اپنے آقا و مولیٰ سے رشتہ یگانگت توڑنے کا۔

اسی پر بس نہیں بلکہ نام کے مسلمان ہیں خدا سے عداوت ہے اس کے در سے فرار اور اس کے محبوب کے بتائے ہوئے احکام سے انکار ہے۔ خود قرآن مجید کی تلاوت سے بے توجہی ہے۔ اور اس کے معانی و مطالب سے

آگاہی کی نہ خود کوشش کی اور نہ ہی کسی دوسرے سے سننے اور اطلاع پانے کی کبھی ضرورت محسوس کی۔

خدا سے منکر اور اسلامی عقائد و تعلیمات کے مقابل اپنی دماغی اختراعات و ایجادات پر نازاں دیگر اقوام آج آسمان سے تارے توڑ لانے اور چاند پر بستیاں بسانے کی جد و جہد میں مصروف ہیں مگر اس دور میں مسلمان اب بھی دوسروں کے مقابل پست ہیں، مفلس ہیں، دنیوی وسائل اور ذرائع کے لئے دوسروں کے دست نگر ہیں اور اس کا واحد سبب مسلمانوں کی احکام قرآن سے بے توجہی اور بے تعلقی ہے۔ نہ قرآن مجید کی تلاوت کا خیال ہے نہ اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کا شوق اور یہ بے راہ روی جہالت کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ جب تک مذہبی تعلیمات سے آگاہ نہ ہوں گے تو اپنے آقا و مولیٰ کو کیسے پہچانیں گے۔ جب احکام قرآن پر عمل پیرا ہوں گے تو خدا کو پہچانیں گے پھر خدا ان کا ہوگا اور یہ خدا کے ہو جائیں گے۔

بزرگانِ سلف کا نظریہ یہ تھا کہ مسلمان افلاس سے کبھی نالاں نہیں ہو سکتا اور نہ ہی مال و دولت سے متکبر اور مغرور اگر کچھ نہیں ہے تو صابر و شاکر ہے اور اللہ تعالیٰ سے درجات کا طالب ہے نہ کہ روٹی کا اگر کچھ ہوا تو اپنے اور دوسرے خدا کے بندوں کے لئے خرچ کر دیا کل کیا ہوگا اس کی کبھی فکر نہیں کی۔

اب غور کا مقام یہ ہے اللہ تعالیٰ سے بیگانگی اور قرآن مجید سے بے تعلقی اور بے توجہی، جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کس طرح مسلمانوں کے لئے افلاس و پریشانی کا سبب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مسلمان کا ہر قول و ہر فعل بلکہ ادنیٰ سی حرکت و سکون بھی قرآن مجید کے معیار پر پرکھا ہوا ہونا چاہیے لہٰذا قرآن مجید ہی کی روشنی میں اس سوال کا جواب بھی تلاش کرنا چاہیے۔

سورہ طٰہٰ شریف کے آخری رکوع سے پہلے رکوع میں ہم کو ایک

آیت شریفہ ملتی ہے جو اس سوال کا جواب صاف اور صریح اثبات میں دیتی ہے :-

" وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ○ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی "

(طٰہٰ)

"جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہے اور قیامت کے دن اس کو اندھا کر کے (قبر) سے اٹھائیں گے۔ وہ (تعجب سے کہے گا) کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا۔ ارشاد ہوگا۔ ایسا ہی (تجھ سے عمل ہوا) اور وہ یہ کہ تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے مگر تو نے ان کا خیال نہ کیا۔ اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا۔"

عزیزان گرامی آیت متذکرہ صدر آپ نے پڑھی اور اس کا ترجمہ بھی آپ کی نظر سے گزرا - اب غور فرمائیے کہ موجودہ پریشانیاں کس کی پیدا کی ہوئی ہیں اور کون ان کا ذمہ دار ہے۔ ہم نے اپنے آقا و مولیٰ خالق ارض و سما سے بیگانگی اور بے تعلقی اختیار کی اور ہم ہی نے اس کے کلام سے منہ موڑا نہ اس کو پڑھا نہ اس پر عمل کیا - اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اپنے کلام پاک میں فرمایا تھا اس کو پورا کر دکھایا - دنیا میں جو سزا غافلوں کو دی جا رہی ہے کلام پاک اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ اُخروی سزا کو بھی صاف اور کھلے الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ منہ موڑنے والوں کو ہم آخرت میں اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ جنت میں نعمتیں ہیں۔ باغات ہیں - محلات ہیں حور و غلماں ہیں قسم قسم کے عیش و راحت کے سامان ہیں سب کچھ ہے لیکن ان میں بڑی چیز دیدار

خداوندی ہے اور یہی اصل مقصود ہے اور یہی سب سے زیادہ فرحت بخش ہے۔ دنیا میں جو کچھ برداشت کیا جاتا ہے سب اِسی کے لئے ہوتا ہے کہ آخرت میں اپنے آقا و مولیٰ کو ان آنکھوں سے دیکھنا مقصود ہے اس کے لئے دنیا میں قدم پھونک پھونک کر رکھا جاتا ہے اور اس کا نام اتباع شریعت مطہرہ ہے۔ اور جب یہ نیتِ صادق یہ مقصود ہوتا ہے تو اس کے آثار دنیا ہی میں محسوس ہونے لگتے ہیں دنیا کی ہر شے ان کے تابع فرمان ہوتی ہے۔ تمام دنیا ان کے پیچھے ہوتی ہے اور یہ اس سے متنفر اور جب آقا و مولیٰ کے طالب نے دنیا کی زندگی میں قدم اٹھائے تو یہ قدم لرز جاتے ہیں۔ فوراً خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ قدم آخرت میں اصل مقصود یعنی دیدار خداوندی سے محروم کردے۔ قدم ابھی وہیں ہیں اور شریعت مطہرہ سے مشورہ کر رہے ہیں۔ اس کو آگے بڑھاؤں یا پیچھے جو حکم ملا۔ اس پر عمل ہوا کہ دنیا میں بھی جنت، ہر شے تابع اور آخرت میں بھی جنت۔

موجودہ نکبت و بدحالی تنگی اور افلاس قرآن کریم کے اعراض کے بعد مسلمانوں پر مسلّط ہوئے ہیں۔ اس کے پڑھنے اور عمل کرنے سے منہ موڑا۔ عزیزان گرامی قرآن مجید کا حق ہم پر ہو چکا۔ افسر موجودات، سرکار دو عالم تاجدار مدینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ نے قرآن کی خدمت کو بوجہ احسن ادا فرمایا۔ اور ہمارے اسلاف نے اپنے لئے اور نیابتہً ہمارے لئے اس کو قبول فرمایا۔ سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا۔ اس کا ہر حکم بے چون و چرا تسلیم کیا خود عمر بھر پڑھا اور اپنے بچوں کو پڑھایا (صدق اللہ الرّحیم وصدق نبیہ الکریم) جو کچھ صلہ ان کو اللہ تعالیٰ سے ملا وہ خود تو دیکھتے ہی ہم نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ہم نے اسلاف کے بعد اس سے منہ موڑا نہ پڑھا نہ پڑھایا۔ نہ اس کے احکام پر عمل کیا چنانچہ اس کی سزا کو بھی ہم دیکھ رہے ہیں اس لئے کہ قرآن مجید کا فیصلہ اٹل ہے جو سزا مل رہی ہے وہ ملنی ہی چاہیئے۔

اے بزرگو دوستو بالخصوص نوجوان عزیزو! قرآن مجید تمہارے لئے

شفا ہے۔ ہر مرض کی دوا ہے۔ قرآن مجید ہدایات و نور ہے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اللہ کے نزدیک سب سے بہتر شفیع ہے۔ قرآن مجید کلام رحمٰن ہے۔ قرآن مجید تمہارے لئے حصن حصین ہے۔ قرآن مجید دنیا میں برکت کا خزانہ ہے۔ قرآن مجید اس روز جبکہ کہیں سایہ نہ ہوگا۔ تمہارے لئے سایہ بنے گا قرآن مجید تم کو نحوست سے نکالنے والا ہے اس کو مضبوط پکڑو یہ دنیا اور آخرت دونوں کی کنجی ہے۔

ربّ العزّت کے حضور

اے پروردگار عالم، اے خالق ارض و سما اپنے بندوں پر رحم فرما۔ ان کے قلوب کو اپنی طرف رجوع کرلے۔ بغیر تیرے حکم کے ایک پرکاہ بھی جنبش نہیں کر سکتا یہ تجھے خوب جانتے ہیں اور اچھی طرح پہچانتے ہیں تیری جبروت اور قوت سے خوب واقف ہیں لیکن سوئے ہوئے ہیں۔ یا اللہ! ان کو بیدار کردے جاگنے کے بعد تیرے ہی دامن سے لپٹیں گے - یہ تیرے ہی ہیں تیرے ہی پاس رہیں گے - یا اللہ! ان کو سیدھے راستے پر لگادے۔ آمین۔

معلومات قرآن میں ایک باب آداب تلاوت قرآن تھا۔ عزیزم محمد زکی الدین قریشی دہلوی کے اصرار پر جداگانہ یہ رسالہ مرتب کیا تحفۂ رمضان مرتبہ مولوی حکمت اللہ سے اس رسالہ میں کافی استفادہ کیا اللہ تعالیٰ اُن کو اور مجھ کو اس کا اجر عطا فرمائیے۔

انتظام اللہ شہابی

دائرہ معارف قرآنیہ

کراچی

قرآن مجید کی عظمت
اور
اس کی تلاوت کا شرف

قرآن مجید کی عظمت انسان اپنی زبان سے بیان کرے یہ ممکن نہیں کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اور کلام صفت ہوتا ہے متکلم کی لہٰذا کلام پاک بھی صفت باری تعالیٰ ہوا۔

اللہ پاک ہے اور اس کے کلام کو خدائے بزرگ و برتر سے مخصوص نسبت ہے جو عظمت اور عزت ہمارے قلوب میں اللہ جل شانہٗ کی ہے وہی اس کے کلام پاک کی ہے اور ہونی بھی چاہیئے کیونکہ کلام الملوک ملوک الکلام ہوتا ہے۔ اب رہا اس کے تلاوت کرنے والے کا شرف تو اس سلسلہ میں بہت سی آیات واحادیث مروی ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فاذکرونی اذکرکم" بزرگان دین کے نزدیک سب سے بڑا مرتبہ یہ ہے کہ خداوند عالم اپنے ناچیز بندوں کا خود ذکر کرے اور عقل بھی کہتی ہے کہ جب خالق ارض وسما یاد کر رہا ہے تو وہ کون سی نعمت ہے اور کون سی رحمت ہے جس کی بارش ان بندوں پر نہ ہو گی جن کو وہ یاد کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نسبت اور لگاؤ رکھنے والا بندہ اس خوشخبری کو سنکر

کیوں جامہ سے باہر نہ ہوگا- اور خوشی سے پھولا نہ سمائے گا- سلاطینِ عالم کا قاعدہ ہے کہ اپنے غلاموں کے پسندیدہ افعال پر انعام واکرام کی بارش کرتے ہیں- خلعت فاخرہ تقسیم ہوتی ہیں- خطابات سے نوازا جاتا ہے- یہاں احکم الحاکمین اپنے ذاکر کے لئے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا"

عزیزانِ من! خالق ارض وسما کا اپنے بندوں کو یاد کرنا تمام دنیا کے انعامات سے افضل اور تمام خلعت ہائے فاخرہ سے قیمتی اور سب خطابات سے بڑا خطاب ہے-

امام الصوفیہ ابوالقاسم عبدالکریم قشیری رسالہ قشیریہ میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السّلام نے ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ کی امت کو ایسی نعمت عطا کی جو پچھلی امتوں میں سے کسی کو مرحمت نہیں کی- حضورؐ نے دریافت فرمایا وہ کون سی نعمت ہے- جبریل علیہ السّلام نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان فاذکرونی اذکرکم ہے- گویا یہ امت مرحومہ کے خصوصیات میں سے ہے-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھنے والا قیامت کے دن آئے گا تو قرآن کہے گا اے رب اس کو کچھ پہنائیے تو اس کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا- پھر وہ عرض کرے گا اے رب کچھ اور پہنائیے تو کرامت کا حلّہ پہنایا جائے گا- پھر قرآن کہے گا اے اللہ اس سے راضی ہو جائیے تو حق تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں گے پھر اس سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات میں اوپر کو چڑھتا جا اور ایک آیت کے عوض ایک نیکی بڑھادی جائے گی-

(انوار القرآن ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قرآن مجید پڑھو کیونکہ اس کے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں تم کو عطا کی جائیں گی۔
عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔
عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہر آیت قرآن پاک میں جنت کا ایک درجہ ہے اور تمہارے گھروں کے لئے ایک چراغ ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے جس گھر میں قرآن مجید پڑھا جائے اس گھر میں رزق وسیع ہوگا اور خیر کی کثرت ہوگی اور ملائکہ رحمت کا اس گھر میں نزول ہوگا۔ اور شیاطین اس گھر سے نکل بھاگیں گے۔ اور جس گھر میں کتاب اللہ نہ پڑھی جائے اس گھر میں رزق ان کے اہل پر تنگ ہوگا۔ اور خیر کم ہوگی اس گھر سے ملائکہ رحمت نکل جائیں گے اور شیاطین داخل ہوں گے۔

(احیاء العلوم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹۲ - ۱۹۵)

امام بخاری اور ابو داؤد و ترمذی نے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں بہتر وہ ہے جس نے خود قرآن پڑھا اور دوسروں کو پڑھایا۔

(خزینۃ الاسرار)

مسلم شریف میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو آنجناب نے فرمایا کوئی قوم جب بھی مل کر اللہ کا ذکر کرنے بیٹھتی ہے تو ملائکہ رحمت اس کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت حق اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور سکینہ[۱] ان پر نازل ہوتا ہے۔

---

[۱] سکینہ ایک لطیفہ غیبی ہے جس سے قلب کو راحت اور قوت اور ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ (انوار القرآن)

اور اللہ جلّ شانہٗ کے پاس جو ملائکہ ہیں ان سے اس قوم کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ شیخ الاسلام امام محی الدین نووی ؒ) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اصح الکتب مسلم شریف کے شارح ہیں جو بہت ہی مقبول شرح ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رض سے فرمایا: اے ابوہریرہ قرآن شریف سیکھ اور دوسروں کو سکھا اور ہمیشہ اس میں لگا رہ۔ یہاں تک کہ موت آجائے اگر اس حال میں موت آئے تو ملائکہ تیری قبر کا حج کریں گے جیسا کہ مومنین خانہ کعبہ کا حج کرتے ہیں۔ یعنی قبر کی عزّت و احترام کے ساتھ زیارت کو آئیں گے۔ آسمان سے زمین کی طرف دور دراز مقامات سے اہلِ اسلام جیسے آتے ہیں۔

(خزینۃ الاسرار صفحہ ۱۸ مطبوعہ مصر)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن پڑھنے والے کو اگر تلاوت کی وجہ سے مجھ سے دعا مانگنے کا وقت نہ ملے تب بھی اس کو دوں گا بہتر ثواب جو شاکرین کو دیا جاتا ہے۔

(احیاء العلوم) صفحہ ۱۹۴ -

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص مشک سیاہ کے ٹیلہ پر ہوں گے۔ قیامت کے دن نہ ان کو کوئی گھبراہٹ ہوگی اور نہ حساب ہوگا جن میں ایک قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا ہے۔ جس نے تلاوت قرآن صرف اللہ تعالیٰ کے لیئے کی ہو۔ (احیاء العلوم) صفحہ ۱۹۲ -

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قلوب انسانی کو زنگ لگتا ہے جیسا کہ لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے تو عرض کیا گیا اس کا صیقل کیسے ہوتا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا قرآن مجید کی تلاوت سے اور ذکر موت سے۔

(احیاء العلوم) صفحہ ۱۹۴ -

مولانا زکریا صاحب نے چہل حدیث میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے :-

انسان جب مر جاتا ہے تو گھر کے لوگ اس کی تجہیز و تکفین کرتے ہیں۔ اس کے سرہانے ایک خوبصورت نہایت ہی حسین و جمیل شخص کھڑا ہوتا ہے۔ جب اس کو کفن دیا جاتا ہے تو وہ خوبصورت شخص اس کے کفن اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے یعنی سرہانے سے ہٹ کر کفن میں اپنے آپ کو لپیٹ لیتا ہے۔ جب دفن کرنے کے بعد لوگ واپس جاتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو اس کو کفن سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے میرا دوست ہے۔ میں کسی حال میں بھی اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا تم سوالات کے لئے ہو تو اپنا کام کرو میں اس وقت تک اس سے جدا نہیں ہو سکتا کہ جنت میں داخل کراؤں اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند آواز سے پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ۔ تو بے فکر رہ منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں۔ اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملاءِ اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مشک بھرا ہوتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نیک بختوں کی سی زندگی اور شہدا کی سی موت اور حشر سے نجات اور گرمی کے دن سایہ اور گمراہی سے نجات چاہتے ہو تو ہمیشہ کلام پاک کی تلاوت کرو کیونکہ وہ کلام رحمٰن ہے اور شیطان سے حصن حصین ہے اور میزان پر رجحان ہے - خزینۃ الاسرار میں اس حدیث کو معاذ ابن جبل سے روایت کیا ہے۔

محدث ابو عبید نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک سفارشی ہے مقبول الشفاعت ہے جھگڑالو ہے اس کا جھگڑا تسلیم کر لیا جاتا ہے جو شخص قرآن پاک کو اپنے آگے

رکھے اس کو کھینچ کر جنت کی طرف لے جاتا ہے اور جو شخص اس کو پیچھے ڈال دے اس کو دوزخ کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ (خزینۃ الاسرار)

قرآن مجید کا شفیع ہونا اور مقبول الشفاعت ہونا تم ابھی اوپر کی حدیثوں میں دیکھ چکے۔ قرآن مجید کو آگے رکھنے سے مطلب اس کے احکام کی اتباع اور پیچھے ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ احکام قرآنی سے بے توجہی یا نفرت کا برتاؤ کرے پہلی صورت میں بدلہ جنت ہے اور دوسری صورت میں سزا جہنم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ لوگوں نے مجتمع ہو کر قرآن شریف پڑھا ہو اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان نہ ہوئے ہوں۔ حضور کا مطلب یہ ہے قرآن شریف مجتمع ہو کر پڑھنے سے خداوند عالم کی مہمانی کا شرف حاصل ہوتا ہے اور میزبان جس قدر جلیل الشان ہوتا ہے اسی قدر نعمتوں کی بارش مہمانوں پر کر سکتا ہے۔ اجتماعی شکل میں قرآن خواں اس بارش کے منتظر رہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کبھی کوئی قوم حسبۃً للہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے اکٹھی ہوتی ہے تو ایک ندا دینے والا آسمان سے ندا دیتا ہے کہ تم مغفور ہو کر پھرے ہوئے اور تمہارے گناہ حسنات سے بدل دئے گئے یہ خوشخبری بھی قرآن مجید پڑھنے والے خوش ہو کر سنیں اور وجد کریں۔

روایت کیا امام احمد اور بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور نسائی نے ابو موسیٰ اشعری سے کہ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مومن قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے وہ مثل ترنج کے ہے خوشبو بھی عمدہ اور مزہ بھی عمدہ اور جو مومن قرآن شریف نہیں پڑھتا وہ مثل کھجور کے ہے کہ بو کچھ نہیں اور مزہ شیریں ہے۔ اور منافق جو قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے وہ مثل ریحان کے ہے کہ خوشبو اچھی ہے اور مزہ کڑوا ہے اور وہ منافق جو قرآن پاک نہیں پڑھتا وہ مثل حنظل کے ہے۔ بو بالکل نہیں اور

مزہ کڑوا۔ خزینۃ الاسرار ص۵۹۔

حدیث قدسی مروی ہے: اللہ تعالیٰ جل شانہٗ فرماتے ہیں اپنے بندوں پر میں عذاب کرنے کا قصد کرتا ہوں تو میری نظر جا پڑتی ہے مسجدوں کے آباد کرنے والوں پر اور مجالس قرآن میں بیٹھنے والوں پر اور مسلمانوں کے بچوں پر میرا غصہ ٹھہر جاتا ہے۔ خزینۃ الاسرار ص۵۹۔

قرآن پڑھنے والے پر تو رحمت کی بارش ہوتی ہی ہے۔ دوسرے گنہگاروں کے لئے بھی وہ باعثِ رحمت ہوتے ہیں۔

"اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ وَمِنَ الْمُسْلِمِیْنَ قِرَاءَۃَ قُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ بِحُرْمَتِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ" آمین!

طبرانی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے قرآن پاک کو رات اور دن کے اوقات میں پڑھا اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانا تو اللہ تعالیٰ اس کے گوشت اور خون کو آگ پر حرام فرما دیں گے اور بنا دیں گے اس کے رفیق اور ساتھی سفرۃٍ کرامٍ بررۃ" یہاں تک کہ قیامت کے دن قرآن پاک اس کے لئے حجت ہوگا۔ یعنی قیامت کے دن قرآن پاک اس کی رہائی کی دلیل واضح ہوگا۔ (خزینۃ الاسرار)

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے انھوں نے فرمایا جو قرآن کی تلاوت کرتا رہے وہ بدترین عمر (یعنی بڑھاپے کی زیادہ کمزوری اور دماغی نقصان) نہیں پائے گا۔ انوار القرآن۔

یہ احادیث ہیں جن سے قرأۃ قرآن مجید کے فضائل تم نے دیکھے اور ان احادیث کے سوا بکثرت احادیث اور اقوال ہیں جن کا شمار بھی مشکل ہے جن سے قرار کے درجات اور مراتب ثابت ہوتے ہیں۔

مختصر یہ کہ کوئی موقع حیات اور موت اور بعد موت ایسا نہیں ہے

جہاں قرآن مبارک تمہارے ساتھ نہ ہو۔ تمہارا معاون نہ بنے دنیا میں تمہارے گھر کی روشنی ہے ملائکۂ رحمت کے نزول کا باعث ہوتا ہے اور شیاطین کو تمہارے گھروں سے نکال باہر کرتا ہے۔ موت کے وقت تمہارے سامنے ہے۔ قبر میں تمہارے کفن کے اندر لپٹا ہوا ہے۔ سوال کے وقت تمہاری طمانیت کا باعث ہے اور ساتھ ہی صراط پر نور ہے۔ میزان عدل جہاں اعمال تولے جائیں گے وہاں بھی امداد و اعانت کے لئے موجود ہے۔ قیامت کے دن جبکہ سایہ کا نام نہ ہوگا یہ تمہارا سایہ ہوگا دوسرے گھبراہٹ اور پریشانی میں ہوں گے اور تم بے خوف اور مطمئن اور جب خالق ارض و سما کے سامنے پیشی کا وقت آئے گا تو یہ تمہارے لئے سفارشی ہوگا۔ ایک مرتبہ، اگر مل گیا ہے تو دوسری مرتبہ کے لئے جھگڑا کرے گا اور لیکر مانے گا۔ اور یہ اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ تم کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ دوسروں کے لئے سفارش کرو جن کے لئے دوزخ کا حکم ہو چکا ہو۔ یہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں جن کی نبوّت و رسالت پر ہم سب مسلمان ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود ہماری قرآن سے بے توجہی اور اس کی تعلیمات پر عمل نہ کرنا۔ غیروں کے در پر جبہ سائی کرنا، خوشامد، چاپلوسی، غیبت چغل خوری وغیرہ ایسی باتوں میں اپنا وقت گذارنا قابل افسوس ہے۔

قرآن مجید کی بدولت جو کچھ ہم کو قیامت میں ملے گا اس کا ہم کو اعتقاد ہے۔ لیکن دُنیا میں جو وعدے کئے گئے ہیں وہ کسی کو ملے بھی اور کسی نے دیکھے بھی ہیں۔

عزیزانِ محترم! اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر ہمارے بزرگوں اور اسلاف نے ہر زمانہ میں ان مواعید اور نعمتوں کے مزے چکھے ہیں اور لطف اٹھائے ہیں۔ صحابۂ کرام رض کے واقعات تو حدیث کی کتابوں میں بکثرت لکھے ہیں ان میں سے چند

واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انس بن مالک رضؓ سے روایت کیا ہے کہ فخر موجودات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو حکم دیتا ہے کہ میں تجھ کو قرآن پڑھاؤں تو حضرت ابی بن کعب نے کہا کیا اللہ نے میرا نام لیا۔ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا ہاں اللہ نے تیرا نام لیا تو حضرت ابی بن کعب رونے لگے (ان کا یہ رونا خوشی کا رونا تھا یا عجز نفس کا)

حضرت ابی بن کعب چونکہ قرآن مجید کی تلاوت میں آداب شرعی کا لحاظ رکھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لیا۔ یہی وہ مقام ہے فاذکرونی اذکرکم " جس کے بارے میں پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ سب نعمتوں سے افضل نعمت ہے اور اسی امت کے لئے مخصوص ہے۔ اسی لئے حضرت ابی بن کعب روئے اپنے نفس کا عجز اور اس قدر بلند مرتبہ بے اختیار رو پڑے۔ سید عبدالوہاب شعرانی نے طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو سورۃ " لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا " تعلیم فرمائی۔

حضرت ابی بن کعب نے قرآن مجید کی تلاوت مع آداب و سنن کی۔ ان کو یہ مرتبہ ملا کہ آج تک وہ امام القراء کے نام سے مشہور ہیں۔

دوسرا واقعہ اُسید بن حضیر رضؓ کا ہے جس کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ اسید بن حضیر رضؓ رضی اللہ عنہ رات میں سورۃ بقرہ پڑھ رہے تھے اور گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا۔ یکایک گھوڑا بدکا تو اُسید رضؓ خاموش ہوئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ اُسید رضؓ نے پھر پڑھنا شروع کیا تو وہ پھر گھومنے لگا اور چکر کاٹنے لگا تو اُسید رضؓ

ڈر گئے کیونکہ ان کا لڑکا یحییٰ قریب سو رہا تھا خیال ہوا کہ کہیں گھوڑا یحییٰ کو تکلیف نہ پہنچا دے۔ جب یحییٰ کو ہٹا دیا تو آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان پر ایک بادل سا تھا جس کے اندر چراغ کی طرح روشنی ہو رہی تھی۔ جب صبح ہوئی تو اُسیدؓ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ سُنایا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اُسیدؓ تو پڑھتا رہتا اُسیدؓ تو پڑھتا رہتا (دو مرتبہ ارشاد فرمایا) تو اُسیدؓ نے عرض کیا۔ میں یحییٰ کی وجہ سے ڈرا کیونکہ وہ گھوڑے کے قریب تھا۔ جب میں یحییٰ کی طرف چلا ہوں تو میں نے اس میں ایک بادل یا سائبان جیسا دیکھا (حدیث شریف میں ظلہ کا لفظ ہے جس کے دونوں ترجمے آتے ہیں) جس کے اندر چراغ جیسے تھے۔ میں دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نظر سے غائب ہو گیا۔ سرکار دو عالم صلعم نے ارشاد فرمایا اے اُسیدؓ یہ کیا تھا تو سمجھا۔ اُسیدؓ نے عرض کیا میں نہیں سمجھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ ملائکہ تھے تیرے پاس آئے تیری آواز سُنکر کاش تو پڑھتا رہتا تو تو ہوتا الخ آدمی ان کو دیکھتے ہوتے یعنی وہ ملائکہ آدمیوں سے پردہ نہ کرتے (حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اُسیدؓ اس درجہ کا آدمی ہوتا کہ اس کی وجہ سے ملائکہ اور فرشتگان کو انسان آنکھوں سے دیکھتے اور وہ کچھ پردہ نہ کرتے)

الفاظ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو اور نبی کریمؐ کے ارشاد مبارک کو خود اُسید ابن حضیر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ رسول اکرمؐ کی زبان مبارک سے نہیں سُنا۔

یہ واقعہ اس حدیث کی شرح ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ملائکہ کا ایک گروہ ذاکرین کی تلاش میں پھرتا ہے اور جہاں ان کو ذاکرین ملتے ہیں وہ ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے۔

ایک اور واقعہ جس کو خزینۃ الاسرار میں بحوالہ امام محمد غزالیؒ خواص القرآن

سے نقل کیا ہے: ابن قتیبہ سے مروی ہے کہ بنی کعب میں سے ایک شخص نے اپنے اوپر گذرا ہوا ایک واقعہ یوں بیان کیا کہ میں کھجوروں کی تجارت کے سلسلہ میں بصرہ پہنچا وہاں کوئی مکان سکونت کے لئے نہیں ملا۔ تلاش کے بعد ایک مکان کا پتہ چلا جس میں مکڑی کے جالے تنے ہوئے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ مکان کیسا ہے جواب دیا گیا کہ اس مکان میں کچھ اثر ہے اس لئے اس میں کوئی نہیں رہ سکتا۔ تو میں نے اس کے مالک سے کہا مجھے کرایہ پر دیدو۔ مالک نے کہا تو اپنے نفس پر رحم کھا کیونکہ اس میں ایک عفریت نے اپنا مسکن بنا لیا ہے جو انسان اس میں رہتا ہے اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اس نے کہا مجھے یہ مکان کرایہ پر دے کر اس کے ساتھ چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ میری امداد فرمائیں گے۔ مالک نے کہا تو جان۔ چنانچہ اس شخص نے مکان کرایہ پر لے لیا اور اس میں رہنے لگا۔ جب رات ہوئی تو اس نے ایک سیاہ رنگ کے شخص کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ تو اس نے آیت الکرسی پڑھنی شروع کی جب وہ آیت کا ایک کلمہ پڑھ چکتا تو وہ بھی الفاظ کو دوہرا دیتا لیکن جب اس نے ولا یؤدہ الیٰ آخرھا پڑھا تو وہ خاموش رہا اور اس کی زبان سے کچھ نہ نکلا۔ تو اس نے چند مرتبہ اس کلمہ کو دہرایا تو جو اندھیری اس کے ساتھ تھی وہ جاتی رہی اب وہ اس مکان کے ایک گوشہ میں سو گیا جب صبح ہوئی تو اس شخص نے اس جگہ جہاں رات کو وہ عفریت کھڑا تھا جلن کا اثر دیکھا اور راکھ کا ڈھیر بھی دیکھا اور ایک شخص کی آواز سنی جو یہ کہتا تھا کہ تو نے بہت بڑے خبیث عفریت کو جلا دیا تو اس شخص نے آواز دینے والے سے پوچھا میں نے کس چیز سے اس کو جلا دیا جواب آیا۔ لا یؤدہ الخ سے۔

یہ واقعہ اس حدیث کی تصدیق کرتا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے فرقان حمید شیاطین سے بچنے کے لئے حصن حصین (ایک مضبوط قلعہ) ہے۔

سید عبداللہ یافعی نے روض الریاحین میں ایک حکایت نقل کی ہے

جس میں فرماتے ہیں شیخ ابو ربیع المالقی نے بیان کیا کہ میں ایک مسجد میں شیخ ابو محمد سیّد ابن علی الغفار کے ہمراہ تھا اور میرا اصول تھا کہ وہ جب تک رات کے ورد کیلئے نہ اُٹھتے تھے میں بھی نہ اٹھتا تھا۔ ایک رات وہ اُٹھے وضو کیا اور قبلہ رو ہو کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور اپنا وِرد قرآنی پڑھنا شروع کیا اور میں اپنے بستر پر پڑا جاگ رہا تھا۔ یکایک دیوار میں شگاف ہوا اور اس سے ایک شخص اندر آئے جن کے ہاتھ میں ایک سفید برتن تھا جس میں سفید رنگ کا شہد بھرا ہوا تھا۔ جب قرأۃ میں ان کا منہ کھلتا یہ شخص ایک لقمہ شہد کا ان کے منہ میں دیتا تھا۔ یہ دیکھکر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور تعجب ہوا۔ یہاں تک کہ میں اپنے ورد سے غافل ہو گیا جب صبح ہوئی ان سے عرض کیا کہ رات میں نے یہ واقعہ دیکھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے یہ قرآن پاک کی حلاوت ہے۔

عزیزو! تم نے دیکھا قرآن پاک پڑھنے والوں کو کیا کیا نعمتیں عطا ہوتی ہیں۔ قاری اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے اور مہمان کے ساتھ کون کمی کرتا ہے۔

حضرت ابوطالب مکی قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ مجھکو ایک بزرگ نے یہ واقعہ سُنایا کہ میں نے صبح کے وقت اپنی چھت پر جو شارع عام پر تھی سورۂ طٰہٰ شریف پڑھی اور پڑھنے کے بعد کچھ غنودگی سی آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آسمان سے اُترا اور اس کے ہاتھ میں ایک سفید کاغذ تھا وہ کاغذ اس نے لاکر میرے سامنے کھولا۔ دیکھا تو اس میں سورہ طٰہٰ شریف لکھی ہوئی ہے اور ہر کلمہ کے نیچے دس نیکیاں لکھی ہوئی ہیں لیکن ایک کلمہ سورہ شریف کا نہ تھا اور نہ اس کے نیچے کوئی نیکی۔ اس سے مجھکو بہت غم ہوا اور میں نے کہا خدا کی قسم میں نے اس کلمہ کو پڑھا ہے پھر کیوں نہ لکھا گیا اور کیوں ثواب نہیں ملا۔ اس نے جواب دیا تو سچ کہتا ہے تو نے پڑھا اور ہم نے لکھا بھی تھا لیکن ایک ہاتف کی ہم نے آواز سُنی یہ کہہ رہا تھا اس کلمہ کو محو کر دو اور ثواب بھی کاٹ دو ہم نے لکھا ہوا محو کر دیا اور کاٹ دیا

تو میں خوب رویا اور کہا تم نے کیوں کاٹ دیا تو انھوں نے جواب دیا تو نے کسی راہ گیر کی وجہ سے اس کلمہ کو بلند آواز سے پڑھا اس وجہ سے ہم نے محو کر دیا۔

یہ واقعہ جیسا کہ ایک حدیث نبوی کی تصدیق کرتا ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت کلام پاک کے لئے کچھ آداب و مستحبات ہیں ان میں کوتاہی اور قصور کوتاہی ثواب کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ آداب قرآۃ کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے جن پر عمل پیرا ہونے سے ثواب تلاوت سے پورا فائدہ حاصل ہو اور یہی اس کتاب کی اشاعت کا مقصد ہے لیکن تحریر آداب سے پہلے موقعے کے لحاظ سے ایک مسئلہ لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(مسئلہ) قرآن پاک کا ادب سے اُٹھانا اور احترام سے رکھنا اور اس کو نظر سے دیکھنا بھی عبادت اور موجب ثواب ہے۔ چنانچہ حضرت امام غزالیؒ احیاء العلوم صفحہ ۱۹۸ اور حضرت ابو طالب مکیؒ نے قوت القلوب صفحہ ۶۱ میں جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے: کہ قرآن پاک کی تلاوت مصحف سے دیکھکر حفظ پڑھنے سے افضل ہے یہ مسئلہ لکھتے ہیں۔ اب ان اہلِ دل بزرگوں کو جو پڑھ نہیں سکتے۔ حسرت و یاس کی کوئی وجہ نہیں وہ مخدوم آج ہی قرآن پاک شرعی ادب سے اُٹھائیں اور انتہائی عظمت کے ساتھ سامنے رکھیں، اور مؤدبانہ سر جھکا کر اس کی سطروں پر انگلی رکھتے چلے جائیں اور وہ حالت بھی پیدا کریں جو قاری کے لئے شرعاً ضروری ہے جو ابھی ان کو آئندہ اوراق میں ملے گی تو بقدر حسن نیت و صدق معاملہ تلاوت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات عطا ہوتے ہیں ان سے وہ بے پڑھے بھی مستفیض ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ صدق معاملہ شرط ہے۔

آداب تلاوت قرآن

موجودہ دَور ایک پرفتن دَور ہے اور اب ایک جدید فتنہ اُٹھا ہے اور اس کے بانی وہ لوگ ہیں جن کو فرض اور سنت کا فرق کسی نے بتلا دیا ہے اور ان کا مقولہ ہے کہ فرض کی ادائیگی ضروری ہے۔ سنن اور مستحبات اور آداب کوئی ضروری چیز نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کی وضاحت ضروری ہو گئی کہ آداب کے بارہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے اور علمائے سلف کے الفاظ کیا ہیں اس بارے میں:

سیّد محمد حقی نازلی نور اللہ مرقدہٗ نے خزینۃ الاسرار صفحہ ۴۸ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت لکھی ہے اور لکھا ہے کہ یہ روایت امام ترمذی اور حاکم، ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

حدیث چونکہ طویل ہے لہٰذا اس میں جو مثال بیان کی گئی ہے اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:۔

"عبداللہ ابن مسعود نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام ایک شہر کے مثل ہے جس کے سات قلعے ہوں اور شہر کا اندرونی حصہ جواہر اور یاقوت سے بھرا ہوا ہو۔ سب سے پہلا قلعہ خالص سونے کا ہے۔ دوسرا قلعہ چاندی کا اور تیسرا قلعہ تانبے کا اور چوتھا قلعہ لوہے کا اور پانچواں قلعہ پتھر کا اور چھٹا قلعہ پختہ اینٹ کا ہے اور ساتواں قلعہ خام تو جب

تک اہل حصن خام قلعہ کی حفاظت کرتے رہیں گے دشمن جواہر اور یاقوت میں کیسے طمع کر سکے گا اور جب اہل شہر نے قلعہ خام کی حفاظت اور مرمّت سے کوتاہی برتی یہاں تک کہ وہ خراب ہو گیا تو دشمن دوسرے قلعہ کی بربادی کی فکر کرے گا۔ جب وہ بھی بے توجہی کی وجہ سے برباد ہو گیا تو تیسرے قلعہ کی بربادی میں دشمن مشغول ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ساتوں قلعوں کو برباد کر دے گا۔ اب جواہر و یاقوت پر اس کا قبضہ ہو گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان اور اسلام بھی اسی طرح سات قلعہ جات کے اندر بند ہے۔ پہلا قلعہ یقین کا ہے پھر اخلاص کا، پھر ادائے فرض۔ پھر ترک محرمات پھر ادائے واجبات۔ پھر ادائے سنن۔ پھر حفظ آداب۔ پس جب تک مسلمان آداب اور مستحبات کی نگہداشت رکھے گا تو شیطان اس کے ایمان میں کوئی رخنہ نہیں ڈال سکتا اور جب مومن نے حفظ آداب کا خیال چھوڑا تو سنتوں میں لالچ کی نظر سے دیکھے گا۔ پھر واجبات میں نظر ڈالے گا۔ پھر ارتکاب محرمات کی طرف لے جائے گا۔ پھر ترک فرائض کی طرف پھر اخلاص کا نمبر ہے۔ پھر یقین کا۔ اس کے بعد شیطان لالچ کرے گا کہ اس سے ایمان خارج ہو جائے۔

نعوذ باللہ من شر الشیطان وسوء الخاتمہ ؂

حضرت مولانا ابو القاسم قشیری نور اللہ مرقدہٗ اپنے رسالہ میں صفحہ ۱۵۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابو علی دقاق رضی اللہ عنہ سے سنا ہے فرماتے تھے۔ عبد عبادت کی وجہ سے جنّت میں پہنچ جاتا ہے اور ادب کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے اب مومنین کون سا درجہ پسند کرتے ہیں۔ خود ہی اپنے لئے تجویز کر لیں۔ جنّت بھی اور اللہ تعالیٰ بھی۔ پھر آگے چل کر

ابو علی دقاق رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول نقل فرماتے ہیں کہ ترک ادب دھکیل دینے اور نکال دینے کا سبب ہے تو جو شخص بے ادبی کرتا ہے نکال دیا جاتا ہے۔

سہل ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو مومن اپنے نفس کو ادب کا مغلوب بنا لے وہ اپنے خدا کی عبادت اخلاص سے کر سکے گا۔

یہ ہیں آداب اور مستحبات کے بارہ میں حضورؐ کے ارشادات اور علمائے سلف کے مقولے۔ صاحب خزینۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ انسان کو مناسب ہے کہ ہمیشہ تمام کاموں میں حفظ آداب کا خیال رکھے اور حسب استطاعت اس میں کوتاہی نہ کرے پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اتباع ہی کے لئے ہیں اور بندہ مومن وہ ہے جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سچا ہے۔ جو ان کا تمام اعمال اور افعال اور حرکات اور سکنات کھانے اور پینے میں سونے اور اٹھنے میں، گفتگو میں، خاموشی میں غرض تمام اُمور میں نبی کریم صلوات اللہ تعالیٰ علیہ کا متبع اور مقتدی ہو۔

ان تصریحات کے بعد عملاً سنن اور فرائض میں وہی شخص فرق کرے گا جو بے ادب ہوگا اور

"بے ادب محروم گشت از فضل رب"

خالق ارض و سما تمام مسلمانوں کو حفظ آداب کی توفیق عطا فرمائے۔ جو پہلا زینہ ہے فرائض اور واجبات کا اور یہی زینہ ہے دخول جنّت کا بلکہ وصول الی اللہ تعالیٰ کا۔

اب آداب تلاوت کا بیان شروع ہوتا ہے۔ آداب تلاوت تین حصّوں پر تقسیم ہو سکتے ہیں۔ پہلا حصّہ وہ ہے کہ تلاوت سے قبل جس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ دوسرا حصّہ وہ ہے جو عین تلاوت میں لحاظ رکھنے کے لائق ہے اور تیسرا حصّہ وہ ہے جو بعد ختم تلاوت قرآن مجید عمل کرنے

نے کے قابل ہے۔

پہلی قسم کے آداب

تلاوت کرنے والا باوضو ہو اور ایسی ہیئت پر ہو کہ جس سے ادب سکون اور وقار ظاہر ہوتا ہو۔ سر نیچا ہو۔ خواہ کھڑا ہو، بیٹھا ہوا یا لیٹا ہوا۔ کیونکہ ہر حالت میں تلاوت قرآن مجید جائز ہے۔ اور فضل کا باعث فرق صرف برکات اور فیوض کا ہے۔ اکمل ہیئت یہ ہے کہ مسجد کے اندر کھڑے ہو کر نماز کے اندر کلام پاک پڑھا جائے۔ ان میں سے جتنا کم کر دیا جائے گا اتنا ہی خیر اور درجات میں کمی ہو گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جس نے نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے عوض سو نیکیاں ہوں گی اور جس نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے بدلے میں پچاس نیکیاں ہوں گی اور جس نے بلا نماز قرآن پاک مع وضو پڑھا اس کے لئے پچیس نیکیاں ہوں گی اور جس شخص نے بلا وضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں ہوں گی۔

(احیاء العلوم)

اگر بیٹھ کر تلاوت کرنی ہو تو مسنون ہے کہ رو بقبلہ ہو۔

(خزینۃ الاسرار صہ ۵۰)

تلاوت قرآن، پاک اور صاف جگہ پر مسنون ہے اور بہتر یہ ہے کہ مسجد ہو۔ تلاوت سے پہلے مسواک کرنا مسنون ہے اس میں قرآن پاک کی تعظیم اور توقیر ہے اور تطہیر بھی ہے۔ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور بزار نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل فرمایا ہے کہ تمہاری زبان قرآن پاک کا راستہ ہے اس کو مسواک سے معطر کرو۔

(خزینۃ الاسرار)

طہارت کے بعد قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کے قابل ہو گئے۔ اب دو مستقل آداب ہیں۔ ان پر جس قدر قلب کو متوجہ کر لیا جائے اور اعتقاد کو راسخ بنا لیا جائے اسی قدر قراۃ میں حلاوت اور نزول برکات اور فیوض میں ترقی ہو گی۔ ایک عظمت کلام ہے اور دوسرا عظمت متکلم۔ سیدنا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

تمام بزرگوں نے نقل فرمایا ہے لکھتے ہیں جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کو کھولتے تھے تو یہ کہتے ہوئے بے ہوش ہو جاتے تھے (ھو کلام ربّی ھو کلام ربّی) یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے ۔ یہ دونوں آداب ہیں تو جدا جدا لیکن لازم و ملزوم کا تعلق ہے ۔ جب کلام کی عظمت قلب میں راسخ ہوگی تو متکلم کی تعظیم ضرور ہوگی اور متکلم کی عظمت جب ذہن نشین ہوگی تو ممکن نہیں کہ کلام کی عظمت نہ ہو ۔ بزرگوں نے جن الفاظ میں ان دونوں آداب کی شرح فرمائی ہے ان سے تو سیدنا حضرت عکرمہ رضؓ کا واقعہ سامنے آجاتا ہے اور روایت سے گذر کر واقعہ معلوم ہوتا ہے ۔

اس کے بعد حضور قلب ہے ۔ حضور قلب کی تفسیر حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی ہے (ترک حدیث نفس) یعنی نفس کی بات چھوڑ دینا جس کو وسواس اور خطرہ کہتے ہیں اس کو چھوڑ دینا اور یہ خیال رکھنا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں ۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال کرنا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے ۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ بعض عارفین علماء میں سے کسی نے دریافت کیا ۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے وقت آپ کا نفس کچھ باتیں کرتا ہے ۔ انھوں نے فرمایا قرآن پاک سے زیادہ مجھکو کوئی چیز محبوب نہیں ۔ پھر نفس کیا باتیں کرے ۔ پھر سلف صالحین میں سے کسی کا واقعہ بیان کیا ہے جب وہ ایک آیت پڑھتے تھے اور ان کا نفس اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا تو وہ اس آیت کا اعادہ کرتے تھے ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں ۔ حضور قلب پہلے دو آداب کے بعد بوجہ احسن پیدا ہوتا ہے ۔ کیونکہ جو شخص کلام اور متکلم کی عظمت کو پہچانتا ہے وہ ضرور قرآن پاک سے بشارت اور انس حاصل کرے گا ۔

اس کے بعد نیت صادق ہے : قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وقال لا اجر لمن لا نیۃ لہ وقال ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ قیامت کے دن انسانوں کا بعث بقدر نیات ہوگا ۔

عبداللہ یافعی رح نے در النظم میں لکھا ہے کہ قاری کو یہ اعتقاد رکھنا مناسب ہے کہ قرآۃ قرآن سے مقصود خاص توسل الی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سوا کوئی بھی دوسری چیز نہیں - یہ ہی نیت پڑھنے والے کے علاوہ سننے والے کی بھی ہونی چاہیئے -

تعوذ | اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - امام جلال الدین سیوطی نے الاتقان میں لکھا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے سے قبل اعوذ پڑھنا مسنون ہے - آہستہ پڑھا جائے یا بلند آواز سے اس مسئلہ میں اتقان نے ایک قید کو پسند فرمایا ہے - اگر کوئی سامع ہے تو آواز سے پڑھا جائے ورنہ اختیار ہے -

خزینۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ اعوذ جھاڑو کی میل ہے جس سے قاری میدان قلوب اور زبان کو منہیات اور خطرات ووساوس شیطانی کے کوڑے کرکٹ سے صاف کرلیا کرتا ہے یا یوں سمجھئے کہ قاری خداوند قدوس سے گفتگو کرنا چاہتا ہے اور قاعدہ ہے کہ امراء اور ملوک کے دربار میں اجازت کی ضرورت ہوتی ہے - گویا یہ اجازت نامہ ہے بات چیت کرنے کا - مومن جب اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے میری کمر توڑ دی مجھ میں اب کوئی طاقت نہیں -

احیاء العلوم اور قوت القلوب میں اعوذ کے ساتھ ساتھ قل اعوذ برب النّاس اور الحمد شریف کو بھی لکھا ہے اس موقعہ پر بزرگوں نے بسم اللہ شریف کا تذکرہ نہیں کیا - علامہ جلال الدین سیوطی رح نے اتنا لکھا ہے کہ سورہ براۃ کے سوا ہر سورۃ کی ابتدا میں بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھنا چاہیئے -

علامہ سیوطی نور اللہ مرقدہٗ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا نص عبادی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ اگر وسط سورۃ سے بھی قرأۃ کی ابتدا کی ہے تب بھی بسم اللہ شریف پڑھے یعنی بسم اللہ پڑھنا

مستحب ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں قراء نے کہا ہے کہ ایسی آیات سے قراۃ شروع کرنا جن آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف ضمیر پھیری گئی ہے اعوذ کے بعد بسم اللہ شریف پڑھے پھر آیت شروع کرے اگر ایسا نہ کیا گیا تو برا ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں ضمیر شیطان کی طرف جائے گی کیونکہ ضمیر سے پہلے اعوذ میں اسی کا تو تذکرہ ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں اگر کسی نے وسط سورۃ براۃ سے ابتدا کی تو اس میں قراء کا اختلاف ہے ابوالحسن امام سخاوی تو بسم اللہ کے قائل ہیں اور جعبری نے اس کی تردید کی ہے۔

ایک بزرگ نے مجھ کو جو طریقہ بتایا تھا وہ یہ ہے کہ پہلے درود شریف پھر معہ بسم اللہ فاتحہ شریف پھر اعوذ پھر قرآن پاک جس قدر بھی توفیق ہو۔

دوسری قسم کے آداب

آداب تلاوت کے سلسلے میں علماء کرام نے جہر اور اخفا پر بھی بحث کی ہے۔ جہر اور رفع صورت دو جدا جدا چیزیں ہیں۔ جہر کے بارے میں فقہا نے لکھا ہے کہ جہر کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ اپنا نفس سن لے اور رفع صوت یہ ہے کہ پاس کا آدمی معمولی غور کے بعد الفاظ کو سمجھ لے احیاء العلوم میں امام غزالی رح نے لکھا ہے کہ اتنا جہر لازمی اور ضروری ہے جس میں اپنا نفس سن لے اگر اپنا نفس بھی نہ سن سکے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

خزینۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ قراۃ یہ ہے کہ زبان سے الفاظ صحت کے ساتھ اس طرح ادا کیے جائیں کہ اپنا نفس سن لے اگر اس قدر آہستہ پڑھا کہ اپنے نفس نے بھی نہ سنا تو قراۃ میں شمار نہ ہوگا۔

رفع الصوت اور اخفا دونوں میں نصوص ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے بعض صحابہؓ کا کلام پاک سُن کر تحسین اور تصویب فرمائی اور بعض کو اخفا کا حکم دیا۔ اسی لئے امام المحدثین محی الدین نووی شارح مسلم شریف و امام محمد غزالی وسیدی ابو طالب مکی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جس شخص کو اپنے نفس پر ریا اور تصنع کا خیال ہو وہ آہستہ پڑھے اور جس کو یہ خطرہ نہ ہو وہ بلند آواز سے پڑھے۔ بشرطیکہ کسی دوسرے نمازی کے لئے بلند آواز باعث تشویش نہ ہو۔ جہر کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں قاری کا قلب بیدار ہوتا ہے۔ اور اس کا فائدہ سامع کو بھی پہنچتا ہے اور قاری کی آنکھوں کی نیند اُچٹ جاتی ہے اور کسل بھی کم ہوجاتا ہے اور قرآۃ میں خوشی اور نشاط پیدا ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ زبان الفاظ قرآن ادا کررہی ہے کان بھی سماعت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور قاری یہ نیت بھی کرسکتا ہے کہ بلند آواز سے ایک سوتا ہوا آدمی بیدار ہوکر نماز میں مشغول ہوجائے گا۔ تو یہ سبب ہوگا اس کی بیداری اور تہجد کا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک عاصی اور نافرمان قرآن پاک سُن کر تائب ہوجاتا ہے اور قاری اس کی توبہ کا ذریعہ ہوتا ہے اگر ان باتوں میں سے ایک بھی نیت میں موجود ہو تو جہر افضل ہے۔ اور سب مجتمع ہوں تو بہت اجر ملے گا۔ اگر ایک عمل میں دس نیات ہوں تو دس ہی اجور ہوں گے۔

(احیاء العلوم)

بزرگان دین کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ رفع صوت کو ترجیح دیتے ہیں اور پسند فرماتے ہیں۔ علاوہ ازیں جب بلند آواز سے کلام پاک پڑھا جائے گا تو دوسرا مؤمن بھی کان لگا کر ضرور سُنے گا اور اس کو بھی اجر ملے گا۔ دیلمی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قاری اور سامع دونوں اجر میں شریک ہیں۔

(خزینۃ الاسرار)

تلاوت قرآن پاک میں رفع صوت محبوب و محمود اور بہترین صفت ہے۔

اس لئے اس پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالنا بے موقعہ نہ ہوگا۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام ہے اور قدیم ہے جب تک یہ عرش معلی لوح محفوظ پر تھا اس وقت کی کیفیت تو انسان بیان نہیں کرسکتا تاہم اتنا کہا جاسکتا ہے کہ خداوند عالم لوح محفوظ میں متکلم تھا اور یہ اس کا کلام ہے اور اس کی صفت قدیم ہے۔ جیسا کہ وہاں لوح محفوظ میں تھا وہی اب ہے۔ قدیم میں تغیر ہوا ہی نہیں کرتا۔ تغیرات حادثات کے اوصاف ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف و مہربانی سے یہ چاہا کہ میری اس مخصوص صفت کو انسان جانیں اور پہچانیں تو اس مالک و مختار نے آواز اور حروف کو پیدا کیا تاکہ اس صفت کے ذریعے انسان مجھ کو جان سکیں اور پہچان سکیں۔

بزرگانِ دین نے ایک مثال کے ذریعہ اس مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالی ہے: فرماتے ہیں کہ ہر انسان اپنی مادری زبان کا ماہر ہوتا ہے اور روزمرہ کی زندگی میں اپنے مافی الضمیر کو اس کے ذریعہ دوسروں تک پہنچاتا ہے اور اپنا کام نکالتا ہے۔ لیکن کبھی انسان کو اپنے ہم جنسوں کے علاوہ چوپایوں وغیرہ سے بھی کام لینا پڑتا ہے تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ روزمرہ کے مستعمل الفاظ کے ذریعہ ان چوپایوں سے کام نکالنا دشوار ہوگا۔ لہٰذا انسانوں نے اپنا مافی الضمیر ان تک پہنچانے کے لئے دوسرے ذرائع اختیار کئے یعنی کچھ اشارے ٹھکاری اور سیٹی وغیرہ مقرر کئے جن کے ذریعہ کام نکالنا آسان ہوگیا۔

اسی طرح خداوند قدوس نے اپنی حکمت کاملہ سے الفاظ اور آواز کے ذریعہ اپنا کلام ہم تک پہنچایا۔

انسان سراسر ظلمت ہے اصل کلام کی برداشت نہیں کرسکتا حضرت امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ رب العالمین کے کلام کا ایک حرف لوح محفوظ میں عظمت کے اعتبار سے کوہ قاف سے زیادہ بڑا ہے اگر تمام ملائکہ اکٹھے ہو کر ایک حرف

اُٹھانا چاہیں تو نہیں اُٹھا سکتے۔

مندرجہ بالا مثال پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ سیٹی یا ٹلکاری یا اور دوسرے اشارے جو انسانوں نے چوپایوں کو اپنا مافی الضمیر سمجھانے کے لئے مقرر کئے اگر ان کو حروف مان لیا جائے تو یہ کلام اللہ بھی حروف باری عزاسمہٗ ہوئے اور حروف حادث ہیں تو یہ بھی حادث۔

ان مقرر کردہ اشاروں کے ذریعہ چوپاؤں نے انسانوں کے مافی الضمیر کو سمجھا اور اس کے مقتضا پر عمل کیا تو یہ اشارے چوپاؤں کے اعتبار سے حروف ہوئے ماہر زبان یعنی انسان کے اعتبار سے حروف نہیں اگر حروف ہیں تو حروف کی یہ علامت ہے کہ جب ایک حرف کام نہ دے تو دوسرا حرف اس کا ہم معنیٰ استعمال کر لیا جاتا ہے جیسا کہ روزانہ کا مشاہدہ ہے۔ اب جو لوگ ان مقرر کردہ اشاروں کو حروف سے تعبیر کرتے ہیں تو وہ ان کا ہم معنیٰ دوسرا حرف بتائیں اور اس کے ذریعہ چوپاؤں سے کام نکال کر دکھائیں تو وہ یقیناً ایسا نہیں کر سکتے۔

اس کے بعد خداوند قدوس نے حضرت جبرئیل علیہ السّلام کو حکم دیا کہ حروف اور آواز میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دو اور یہ پیغام دو کہ یہ ہمارا فرمان ہے تمہارے لئے اور تمام عالم کے لئے ۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کلام کو پڑھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنا اور یاد فرمایا اور پھر صحابہ کرام رضہ کے رو برو پڑھا۔ انھوں نے بھی اس کو غور سے سُنا اور یاد کیا اور تمام عمر اس پر عمل کی کوشش میں لگے رہے۔

الغرض سُننا اور سُنانا کلام کی فطرت میں داخل ہے جو آہستہ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں یا آہستہ پڑھنے کے عادی ہیں وہ فطرت کے خلاف کرتے ہیں اور آہستہ پڑھنے سے اگر اپنے جہل پر پردہ ڈالنا نیت میں مضمر ہو تو مستوجب سزا بھی ہو سکتے ہیں (نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط سُنانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ صحابہؓ کو حکم دیا کہ مجھ کو کلام پاک سناؤ۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے عبداللہ ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ مجھکو کلام پاک سناؤ۔ آپ نے ازراہ کسر نفسی عرض کیا کہ حضورؐ پر تو کلام پاک نازل ہوا ہے اور میں سناؤں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دوسروں سے سُننا مجھکو بہت پسند ہے چنانچہ عبداللہ ابن مسعودؓ نے پڑھنا شروع کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔

محب صادق کے لئے کبھی دیدار سے زیادہ گفتار میں لذت ہوتی ہے۔ حضرت مولانا جامیؒ قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

یعنی عشق پیدا ہونے کے اسباب دیدار پر ہی منحصر نہیں ہیں - یہ دولت تو اکثر گفتار سے بھی پیدا ہوتی ہے - اس کی وضاحت قرآن مجید کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے - کوہ طور پر جبکہ باری تعالیٰ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہم کلامی کا شرف بخش رہے تھے تو ارشاد ہوا کہ:

"مَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ
قَالَ هِيَ عَصَايَ"

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب الاتقان صفحہ ۱۰۸ میں لکھتے ہیں کہ ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ قرأت قرآن کرامت ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ کرامت صرف انسان کو ہی عطا کی ہے ملائکہ کو یہ کرامت عطا نہیں ہوئی اس لئے وہ انسان سے قرآن مجید سُننے کے لئے حریص رہتے ہیں۔

جب ملائکہ حریص ہیں تو وہ ضرور سنتے ہیں اور خوش ہونے کے بعد دعا کرتے ہوئے آمین کہتے ہیں اور احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے

فرشتوں کا آمین کہنا ثابت ہے۔اب جو لوگ آہستہ پڑھتے ہیں وہ اس سعادت سے محروم رہتے ہیں۔

الغرض اتنا جہر جس میں اپنا نفس سن لے لازمی اور ضروری ہے اور اس سے کم کو تو قرأۃ ہی نہیں کہا جاتا۔ قرأۃ میں رفع صوت جس کو غیر بھی سن سکے اور الفاظ کو سمجھ سکے فطری ہے اور کثرت خیر کا باعث ہے۔

ترتیل جہر کے بعد ترتیل ہے؛ کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید ورتل القرآن ترتیلا۔ یعنی اے میرے پیارے نبی قرآن پاک ترتیل کے ساتھ پڑھا کرو۔ ترتیل کے اصل معنی صحت الفاظ اور صحت حروف کے ہیں۔صحت الفاظ میں سینؔ اور صادؔ ، زاؔ ، ذالؔ اور ظاؔ کا تفاوت شامل ہے۔ جہاں جو حرف ہے وہاں اسی حرف کے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اس میں لاپرواہی برتنا بدترین گناہ ہے۔

حرکت اور سکون کا خیال رکھنا بھی ترتیل میں شامل ہے یعنی قرآن میں جہاں زبر لکھا ہے وہاں زبر، پڑھنا چاہیئے۔ جہاں زیر ہو وہاں زیر اور جہاں پیش ہو وہاں پیش پڑھنا چاہیئے۔ اور جہاں ساکن ہے تو ساکن پڑھو۔اگر غلطی سے زبان سے نکل گیا تو اس کو دوبارہ ادا کرنا چاہیئے۔بعض اوقات حرکت بدلنے سے کفر لازم آتا ہے۔

اس موقعہ پر یہ سمجھانا ضروری ہے کہ شریعت نے زیر و زبر پڑھنے کا حکم دیا ہے۔لیکن اگر تم زبر کو کھینچ دو گے تو الف پیدا ہو جائے گا مثلاً لفظ اَللہ کے الف پر زبر ہے اگر اس کو ذرا کھینچ دو تو آاللہ ہو جائے گا فقہا نے اس لفظ کے اس طرح پڑھنے کو بھی کفر لکھا ہے۔ لہٰذا زبر کو پڑھنے میں احتیاط لازم ہے۔

اسی طرح اگر زیر کو ذرا کھینچ کر پڑھا جائے تو (ی) پیدا ہو جائے گی اور معنی مقصود بگڑ جائیں گے اور کلام پاک کا لفظ نہ رہے گا ایسے ہی پیش کو کھینچ کر

پڑھنے سے (واؤ) پیدا ہو جائے گا تو پھر قرآن پاک کا حرف کہاں رہا۔

ہمزہ اور الف میں بھی فرق کرنا ترتیل میں شامل ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور بلا جھٹکے کے پڑھا جاتا ہے اور ہمزہ پر کبھی حرکت ہوتی ہے یعنی زبر، زیر یا پیش اس پر ہوتا ہے اور کبھی ساکن ہوتا ہے تو جھٹکا دے کر پڑھا جاتا ہے اگر ہمزہ پر کوئی حرکت ہے تو جھٹکا نہیں دیا جاتا۔ اگر ہمزہ ساکن ہے تو جھٹکا دے کر پڑھی جائے گی۔ اگر بغیر جھٹکا دیئے پڑھا تو الف ہو جائے گا یہ بڑی غلطی ہے۔ معمولی غلطی نہیں جو گرفت کے قابل نہ ہو۔ صحیح مطبوعہ قرآن مجید میں ان چیزوں کا بہت زیادہ اہتمام ہوتا ہے۔ آیت میں موقع پر اگر الف ہے تو اس پر نہ تو کوئی حرکت ہے نہ کوئی اشارہ ہے اگر موقعہ پر آیت میں ہمزہ ہے اور متحرک ہے اور اس پر حرکت لگائی ہے تو اس پر جزم (ء) کی علامت ہوگی مثلاً لفظ فادِ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے اس لفظ میں الف پر جزم نہیں لگایا ہے وادِ بلا جھٹکے کے پڑھا جائے گا۔ اور لفظ کَاْسًا بھی کئی جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اور اس میں ہمزہ ساکن ہے اس لئے اس لفظ پر جزم کی علامت ہے۔ بعض جگہ فرق ظاہر کرنے کی غرض سے ہمزہ کا اشارہ الف پر لگا دیا ہے تاکہ پڑھنے والا ہمزہ پڑھے الف پڑھ کر نہ گذر جائے۔ اس فرق کو بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے تاکہ تلاوت موجب برکت ہو اکثر لوگ ان دونوں حرفوں کے جدا کرنے میں کوئی اہمیت نہیں دیتے یہ سخت خطرناک غلطی ہے۔

حرف مشدد کا خیال رکھنا بھی ترتیل میں داخل ہے۔ جہاں تشدید ہے وہاں بلا تشدید پڑھنا خطرناک غلطی ہے اس سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے مثلاً اِیَّاکَ پر تشدید ہے بلا تشدید اِیَاکَ پڑھنا بہت مذموم ہے۔ جہاں تک ممکن ہو غلطی سے بچنا چاہیئے۔ قرآن پاک میں زبر، زیر اور پیش کی دو دو شکلیں تجویز کی ہیں ایک یہ (بَ) دوسری (بٰ) اسی طرح زیر کی بھی

دوشکلیں ہیں ایک یہ (بِ) اور دوسری (بٖ) اور ایسی ہی پیش کی (اُ) اور (ٗ) پہلی شکل میں ہر حرکت سادی ہوگی اور دوسری صورت میں حرکت کے ساتھ ایک حرف علت بھی پڑھا جائے گا مثلاً اگر پہلی شکل کا زبر ہے تو سادہ زبر پڑھو اگر دوسری شکل ہے تو معہ الف کے ذرا بڑھا کر پڑھو اور اگر زیر کی پہلی شکل ہے تو سادہ زیر پڑھو اگر دوسری شکل ہے تو مع (ی) کے پڑھو۔ اگر پیش کی پہلی شکل ہے تو سادہ پیش پڑھو ورنہ مع (واؤ) کے پڑھو۔ یہ فرق بھی ترتیل میں آتا ہے اور اس کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔

قرآن مجید میں بعض الفاظ پر مد کھنچا ہوا ہوتا ہے اس کو دراز کرکے پڑھنا چاہیئے یہ بھی ترتیل ہے۔ مد دو قسم کا ہوتا ہے ایک کی شکل یہ ہے (ۤ) اور دوسرے کی شکل (ٓ) پہلا خوب دراز کرکے پڑھا جاتا ہے اور دوسرا تھوڑا دراز کیا جاتا ہے یہ بھی قابل غور ہے۔

عربی زبان میں عموماً اور قرآن پاک میں خصوصاً بعض حروف ایسے ہیں جو لکھے تو جاتے ہیں لیکن پڑھے نہیں جاتے ان کا خیال رکھنا بھی ترتیل میں داخل ہے مثلاً اقرأ باسم اسم کی ہمزہ لکھی جاتی ہے پڑھی نہیں جاتی، اگر پڑھ دی جائے تو غلط ہو جائے گا بعض مواقع پر دو حروف یکے بعد دیگرے لکھے جاتے ہیں لیکن پڑھے نہیں جاتے مثلاً (یأتی من بعدی اسمہ احمد) لفظ بعدی میں (ی) ہے اور اس کے بعد اسمہ ہے لفظ بعدی کی (ی) اور اسمہ کی ہمزہ پڑھی نہیں جاتی بلکہ بعد کی واو کو اسم کی سین سے ملا کر پڑھا جاتا ہے۔ ایسے مواقع کلام پاک میں بہت کثرت سے ہیں ان کو ذرا غور اور احتیاط سے پڑھنا چاہیئے لاپرواہی سے پڑھ کر گذر جانا خطرناک شیطانی وسوسہ ہے۔ ظاہر بات ہے کہ شیطان کھلا ہوا دشمن ہے۔ بالخصوص قرآن پاک کے معاملہ میں تو وہ غفلت کرتا ہی نہیں۔ سید ابو القاسم قشیری نے باب الذکر میں ایک مقولہ لکھا ہے۔ جب ذکر اللہ کسی مومن کے قلب میں

جاگزیں ہو جاتا ہے تو شیطان اس کے پاس آتے ہی بھڑ جاتا ہے۔

قرآن پاک میں ایسے بھی حروف ہوتے ہیں جو لکھے ہوتے نہیں لیکن ان کا پڑھنا ضروری ہے جیسے نون ساکن کے بعد حرف (ب) جہاں کہیں ہوگا تو باآواز میم پڑھا جائے گا۔ مثلاً من بعد اسی لئے کلام پاک میں ایسے با پر میم کا اشارہ لگا ہوتا ہے اس با کو میم کی آواز سے ہی پڑھنا چاہیئے با کی آواز سے پڑھنا غلط ہے یہ بھی ترتیل میں شامل ہے اور لحاظ کے قابل ہے۔

قرآن مجید میں بعض الفاظ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں یعنی حروف تو دونوں لفظوں کے ایک ہی ہیں مگر حرکات میں فرق ہے مثلاً یَوْمَئِذٍ قرآن پاک میں بہت جگہ آتا ہے سب جگہ میم پر زبر ہے۔ مگر دو جگہ میم کا زیر ہے۔ اس لفظ کو بہت احتیاط سے پڑھنا چاہیئے جب یہ لفظ آئے تو زیر اور زبر پر غور کرنا چاہیئے۔ اور ہرگز عجلت نہ کرنا چاہیئے مزید موجب خیر و برکت ہوگا۔ ایک اور مثال لفظ ذُنوب کئی جگہ کلام پاک میں وارد ہوا ہے ذال کے پیش کے ساتھ مگر دو جگہ ذال کا زبر ہے (ذَنوبًا مثل ذَنوب اصحابهم) اس لفظ پر بھی جلدی مت کرو۔ ایسے سینکڑوں مقامات قرآن مجید میں ہیں جو تلاش کرنے پر مل سکتے ہیں۔ (معلومات قرآن)

اگر وسط سورت سے پڑھنا ہے تو شروع کلام سے ابتدا کرنا مستحب ہے اور ترتیل میں شمار ہے اسی طرح وقف بھی ختم کلام پر مستحب ہے اور ترتیل میں شامل ہے۔

امام نودی رح شارح مسلم کتاب الاذکار میں لکھتے ہیں قاری کے لئے مستحب ہے جب وہ درمیان سورت سے پڑھنا چاہے تو ایسے لفظ سے شروع کرے جس کا ماقبل اور مابعد سے ارتباط ہو۔

اسی طرح وقف کرنے میں بھی ختم کلام کا خیال رکھے اور اس امر میں کلام پاک کی منازل مقررہ اور پارہ ہائے کلام کا پابند نہ رہے کیونکہ یہ علامات اکثر

وسط میں بھی آگئی ہیں۔

آگے لکھتے ہیں جن اُمور سے ہم نے روکا ہے اس کو اگر کثرت سے لوگ کرنے لگیں تو اس سے تم دھوکا مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ تمام ان لوگوں میں سے ہیں جو آداب قرآنی کا لحاظ نہیں رکھتے۔

پھر تحریر فرماتے ہیں کہ تم کو سیّد الجلیل حضرت ابو عیسیٰ الفضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ کا جو حکم ہے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ وہ فرماتے ہیں تم کو وحشت نہ ہونی چاہیئے طریق ہدایت سے اگرچہ اس پر عمل کرنے والے تھوڑے ہوں اور دھوکا مت کھاؤ ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے۔

امام نودیؒ کا اس طرف اشارہ ہے کہ لوگ ابتلا اور وقف کرنے میں استحباب کا خیال نہیں رکھتے اور ان کی کثرت ہوگئی ہے لیکن اس کثرت سے تم کو دھوکا نہ ہو جائے اور امر مستحب ترک نہ ہو جائے۔

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک میں ترتیل کس طرح فرماتے تھے اس کو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے سنو۔ وہ فرماتی ہیں حضورؐ کی قرآۃ کا ہر ہر لفظ جدا جدا ہوتا تھا اور یہی ترتیل ہے۔ ابھی اوپر جس کی تفصیل بیان کی گئی اس کا اختصار۔ جب آپ کلام پاک کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں گے تو ضرور ہر لفظ کے باریک سے باریک خط و خال بھی آپ کے سامنے ہوں گے۔ اور ان کا لحاظ بھی آپ کو کرنا ہوگا۔ برخلاف اس کے جلد جلد پڑھنے سے موٹی موٹی باتیں بھی آپ کے سامنے نہ آئیں گی۔ اور جب تلفظ میں بے توجہی ہوئی تو تلاوت میں برکت کہاں اس سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ تلاوت میں عجلت ترتیل کی ضد ہے ترتیل میں اگر برکت ہے تو اس میں نحوست۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقولہ علماء نے نقل فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں: ترتیل کے ساتھ سورۂ بقرہ سورۂ آل عمران پڑھنا مجھ کو محبوب ہے۔

پورا قرآن عجلت کے ساتھ پڑھنے سے اور یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ جب عجلت میں برکت نہیں تو محنت بھی بیکار ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ترتیل قرأۃ میں مستحب ہے خواہ تدبّر اور تفکر ہو یا نہ ہو عجمی جو قرآن نہیں سمجھ سکتا اس کو بھی ترتیل مستحب ہے کیونکہ ترتیل توقیر اور احترام قرآن سے قریب تر کرنے والی اور قلب میں اثر کلام پیدا کرنے والی چیز ہے۔ عجلت سے پڑھنے اور جلد جلد گزر جانے میں یہ خوبی کہاں پیدا ہوتی ہے۔

اوقاف کا خیال رکھنا اور ان کو غور سے پڑھنا بھی ترتیل میں داخل ہے یعنی اُردو میں جس کو آیت کہتے ہیں اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ورنہ بعض جگہ اگر آیت نہ کی جائے تو خطرہ ہے۔

قرآن پاک میں جملہ پورا ہونے کے بعد ایک چھوٹی سی گول لکیر ہوتی ہے اس کو آیت کہتے ہیں اور اس آیت پر چند حرفوں میں سے کوئی حرف لکھا ہوا ہوتا ہے۔ مثلاً بعض آیات پر (لا) لکھا ہوتا ہے، بعض پر (ج) بعض پر (م) اور بعض پر (ز) ہوتا ہے۔ اور بعض جگہ فقط گول دائرہ ہی ہوتا ہے اور پر کوئی حرف لکھا ہوا نہیں ہوتا۔ ہر ایک کا کیا مطلب ہوتا ہے اکثر مطبوعہ قرآن پاک کے نسخوں میں یہ بات بتادی گئی ہے۔ اس کو غور سے پڑھ کر تلاوت میں مشغول ہونا چاہیئے۔ سب سے ضروری آیت وہ ہے جس پر (م) لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ اور حاشیہ پر وقف لازم لکھا ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر اگر آیت نہ پڑھی جائے یعنی وقف نہ کیا جائے تو بہت خطرناک ہے۔ آپ نے غور فرمایا کہ گول دائرہ پر (م) لکھی ہوئی ہے اور حاشیئے پر موٹے قلم سے وقف لازم بھی لکھا ہوا ہے اس لئے یہ تکلیف کی گئی کہ پڑھنے والا بلا آیت پر ٹھہرے نہ گزر جائے اگر تلاوت کے دوران اس پر غور نہ کیا اور بلا توقف پڑھ گیا تو بہت خوف کی بات ہے۔

حسن صوت | یہ بھی ترتیل میں داخل ہے یعنی آواز کو اس طور سے بناتا کہ سننے والے کو اچھی معلوم ہو اور اپنے نفس کو بھی حلاوت کا باعث ہو۔

علامہ جلال الدین سیوطی رح نے اتقان میں ابن حبان سے حدیث نقل کی ہے کہ اپنی آوازوں سے قرآن پاک کو زینت دو اور حسین بناؤ اس لئے کہ اچھی آواز قرآن پاک کے حسن کو زائد کر دیتی ہے اس مسئلہ میں احادیث کثیرہ مروی ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں اگر خوش آوازی نہیں ہے تو بقدر استطاعت خوش آوازی کی کوشش کرنی چاہیئے مگر اس معاملہ میں حد سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے کہ مبادا ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ جس سے لفظ کی ہیئت بگڑ کر عربی حدود سے نکل جائے۔ اور مقصود تلاوت فوت ہو جائے۔

چہل حدیث قرآنی میں حضرت طاؤس کا قول نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے حضور نے ارشاد فرمایا وہ شخص جس کو تو تلاوت کرتا دیکھے تو محسوس کرے کہ اس پر اللہ کا خوف طاری ہے۔

اتقان نے اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے کہ قرآن پاک پڑھنے والا کس قدر آواز کو مزین کرے یعنی بقدر استطاعت جتنا قاری سے ہو سکے تزئین میں کوشش کرے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ یہ خداوند عالم کا احسان اور انعام ہے کہ اپنے بندوں پر اتنا ہی بوجھ ڈالتے ہیں جتنا کہ وہ اٹھا سکیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہا علقمہ بن قیس سے فرماتے تم قرآن پاک میرے سامنے پڑھو اور الفاظ یہ ہوتے۔ رَتِّل فِدَاکَ اَبِی وَاُمِّی یعنی ترتیل کے ساتھ کلام پاک پڑھو میرے ماں اور باپ تم پر فدا ہوں۔ حضرت علقمہ خوش الحان تھے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب مجتمع ہو کر بیٹھتے تو ان میں سے ایک کو حکم کرتے کہ قرآن پاک کی کوئی سورۃ سناؤ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو

حضرت ابو مسعود کو حکم کرکے اس قدر انہماک سے سنتے تھے کہ نماز کا وقت ہوجاتا تو دوسرے لوگ الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ کہکر اطلاع کرتے آپ جواب دیتے کہ کیا ہم نماز میں نہیں۔ غرض خوش آوازی تلاوۃ قرآن پاک میں ایک عظیم البرکت چیز ہے جہاں تک ہوسکے اس کی کوشش کرنی چاہیئے۔

خزینۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ جب کوئی کلام پاک کی تلاوت کرے اور اس سے کوئی غلطی ہوجائے اس طرح پر کہ پڑھنے والا اس میں کسی وجہ سے مجبور ہو تو محافظ فرشتہ جس طرح کلام پاک میں ہے اسی طرح لکھتا ہے۔

ابن عباسؓ کا مطلب یہ ہے کہ جب قاری کوشش کرتا ہے اور نہیں ہوسکتا تو مجبور ہے اور اس کی طاقت سے باہر ہے تو ملائکہ نامہ اعمال میں صحیح کرکے لکھ دیتے ہیں۔ اور موجب ثواب ہوتا ہے بخلاف ان کے جو ادا کرسکتے ہیں اور کوشش نہیں کرسکتے تو وہ ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جس قدر معافی اَن پڑھ لوگوں کو دیں گے اتنی معافی پڑھے لکھے لوگوں کے واسطے نہ ہوگی۔ (خزینۃ الاسرار صـ۲۰)

تدبّر اور تفکر علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب اتقان میں فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن کا مقصود اعظم اور مطلوب اہم تدبر اور تفکر ہے اس سے انشراح صدر ہوتا ہے، قلوب انسانی منور ہوتے ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہے کہ قاری اپنے قلب کو الفاظ کے معنی اور مقصود سمجھنے میں مشغول کرے یہاں تک کہ ہر آیت کے معنی اور مفہوم سمجھ میں آجائیں۔ قرآنی آیات پر غور کرے۔ اوامر و نواہی میں ان کا اعتقاد دل میں رکھے اگر گذشتہ زمانہ میں کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے معذرت خواہ ہو اور مغفرت طلب کرے اگر آیت رحمت ہو تو خوش ہو اور رحمت کا سوال کرے اور اگر آیت عذاب ہے تو خوف کھائے اور تعوذ پڑھے اور اگر آیت تسبیح ہے تو تسبیح اور تقدیس میں

مشغول ہو اور اگر آیت دعا ہے تو تضرع کے ساتھ دعا مانگے اور طلب کرے اس کے بعد الاتقان میں ایک حدیث مسلم شریف سے نقل فرمائی ہے۔ حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک رات نماز پڑھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ شریف پوری پڑھی اور سورہ نساء شریف پوری پڑھی اور سورۂ آل عمران پوری پڑھی اور یہ سب سورتیں ترتیل کے ساتھ پڑھیں جب آیت تسبیح پر پہنچتے تھے تو تسبیح پڑھتے تھے اور جب آیت سوال پر پہنچتے تھے تو طلب فرماتے تھے اور آیت تعوذ پر پہنچتے تو اعوذ پڑھتے تھے۔

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اس عبادت میں خیر اور بہتری نہیں جس میں سمجھ نہ ہو اور نہ اس قرأۃ میں بہتری ہے جس میں تدبر نہ ہو۔ پھر لکھتے ہیں اگر ایک مرتبہ پڑھنے میں تدبر نہ ہو تو چند مرتبہ تکرار کرے۔ آگے لکھتے ہیں کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم کو پڑھا اور بیس مرتبہ تکرار فرمائی اور یہ تکرار معانی بسم اللہ شریف میں تدبر ہی کے لئے تھی۔

حضرت ابو ذر رضؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور ایک ہی آیت کو تکرار فرماتے رہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے:-

"اگر تو عذاب دے تو یہ تیرے ناچیز بندے ہیں اگر تو ان کو معاف کر دے تو تو بڑا زبردست حکمت والا ہے"

ابو سلیمان دارانی نور اللہ مرقدہٗ سے منقول ہے کہ میں ایک آیت تلاوت کرتا ہوں اور اس میں چار پانچ رات کھڑا رہتا ہوں جب تک اس میں غور اور فکر مکمل نہ کر لوں آگے نہیں پڑھتا۔

سلف صالحین میں سے بعض بزرگ سورۂ ہود کی چھ ماہ تک تکرار کرتے رہے اور پھر بھی تدبر سے فارغ نہ ہوئے۔ بعض عارفین فرماتے ہیں ہر جمعہ کو ایک

ختم کرتا ہوں اور ہر ماہ ایک ختم کرتا ہوں اور ہر سال ایک ختم کرتا ہوں اور ایک ختم ہے کہ تیس سال ہو گئے مگر ابھی پورا نہیں ہوا تدبر اور تفتیش کے درجات کی وجہ سے یہ تفاوت ہوتا رہتا ہے۔ نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں مزدور کی مثل ہوں روزانہ پر بھی کام کرتا ہوں، ماہواری پر بھی اور سالانہ پر بھی، یہ تمام اقوال حضرت ابوطالب مکی رح نے قوت القلوب میں نقل فرماتے ہیں۔ اس کے بعد قوت القلوب میں نقل فرماتے ہیں۔ مخلوق پر کلام پاک کی حقیقت محجوب ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ متکلم کی حقیقت پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ کلام کی حقیقت اسی قدر عطا کی جاتی ہے جس قدر کہ متکلم کی حقیقت کا ادراک ہو گیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ہم کلام پاک کے حقائق اور معارف نہیں سمجھتے تو یہ ہمارا ذاتی نقصان ہے یہ نقصان شیخ وقت کی خدمت کے ذریعہ دور ہو سکتا ہے۔ (تحفہ رمضان)

حضرت ابو طالب مکی رح نور اللہ مرقدہٗ کا فرمان بجا ہے کہ کلام پاک کو انسان اتنا ہی سمجھ سکتا ہے جس قدر کہ وہ متکلم یعنی خداوند تعالیٰ کو سمجھ چکا ہے۔ بزرگان سلف کے ملفوظات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے بہت سے ایسے تھے کہ وہ لکھ پڑھ نہ سکتے تھے۔ لیکن لطائف و معارف قرآنیہ اس خوبی سے بیان فرماتے کہ بڑے بڑے علماء حیران رہ جاتے ان بزرگوں میں سے ایک بزرگ علی الخواص ہیں۔ ان کے بارے میں اتنا لکھنا کافی ہے کہ یہ امام الاولیا، استاذ العلما مولانا وسیدنا امام عبدالوہاب شعرانی رح کے استاد ہیں۔ آپ شعرانی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی تصانیف بڑی قدر سے دیکھی اور پڑھی جاتی ہیں آپ نے اپنی کتاب طبقات کبریٰ میں جہاں سیدی علی خواص کا تذکرہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ امی تھے نہ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے۔ لیکن جب قرآن پاک اور احادیث نبویہ کے اسرار و رموز بیان فرماتے تو لوگ حیران رہ جاتے۔ آپ کے دو ملفوظات جمع کردہ امام شعرانی مصر سے شائع ہوئے ہیں۔ درالغواص علی فتاوی علی الخواص ہے دوسرے کا نام کتاب الجواہر والدرر ہے دیکھنے سے امام شعرانی

کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے۔

دوسرے بزرگ سیدی و مولائی سید عبدالعزیز دباغ نوراللہ مرقدہ ہیں آپ شہر فارس کے رہنے والے تھے۔ آپ کے ملفوظات بھی کتابی صورت میں مصر سے شائع ہوئے ہیں۔ کتاب کا نام ابریز ہے یعنی خالص سونا۔ ان ملفوظات کے جامع علامہ شیخ احمد بن مبارک ہیں۔ شیخ احمد مذکور بڑے زبردست عالم ہیں اور سیدی عبدالعزیز دباغ نوراللہ مرقدہٗ کے خادم اور مرید خاص ہیں۔ ابریز کی ابتدا میں شیخ احمد نوراللہ مرقدہٗ نے لکھا ہے کہ رجب ۱۱۲۵ھ میں حاضر خدمت بابرکت ہوا اور آپ کے معارف سنتا رہا اور دوست احباب کو سناتا رہا۔ باوجودیکہ یہ لوگ خود بھی علامہ تھے اور اولیاء و صلحاء کی خدمت میں رہ چکے تھے۔ لیکن سیدی عبدالعزیزؒ کے معارف سنکر بے حد لطف اندوز ہوتے تھے اور ایک دو دن نہیں بلکہ ہفتوں لذت حاصل کرتے تھے اور جب دوبارہ ملاقات ہوتی تو فرماتے کہ کیا شیخ سے کوئی نئی بات سنی ہے۔ میں سنا ہوا عرض کر دیتا تو پھر تعجب کرتے اور لذت حاصل کرتے تھے۔
پھر شیخ احمد لکھتے ہیں کہ رجب ۱۱۲۹ھ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ جو کچھ سنوں وہ لکھ لوں تو میں نے رجب سے ذیقعدہ تک حضور اقدس کے ملفوظات کو جمع کر لیا تاکہ نفع عام اور فائدہ تام حاصل ہو۔ شیخ احمد مذکور سید عبدالعزیز دباغ کے بارہ میں صاف فرماتے ہیں کہ آپ امی محض تھے۔ لکھتے پڑھتے نہ تھے۔ جو علوم صدر شیخ میں موجزن تھے وہ ان کے رب کا عطیہ تھے۔ ان کی کتاب ابریز کا ترجمہ ۱۹۳۸ء میں دہلی سے شائع ہوا تھا۔ جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں کیسے کیسے معارف و لطائف کے دریا موجزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ادراک و عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

اکثر یہ خیال ہوتا ہے کہ معارف قرآنی کی فہم کے لئے بہت سے علوم کی ضرورت ہے اور جب تک آدمی ان پر حاوی نہ ہو تو قرآن فہمی مشکل ہے لیکن دراصل حضرت ابوطالب مکی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب قوت القلوب میں جو اس

نکتہ کی وضاحت فرمائی ہے وہ بالکل صحیح ہے اور وہ یہ کہ "کلام صفت ہے متکلم (خداوند تعالیٰ) کی اور صفت کو تب ہی سمجھا جا سکتا ہے جبکہ ذات کا ادراک ہو جائے۔ اور جب ذات کے بارے میں سمجھ لیا تو صفت یعنی کلام کا ادراک خود بخود ہو جائے گا۔ لیکن جب ذات ہی ہمارے لیئے محجوب ہو تو صفت کس طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔ پھر آگے وضاحت کرتے ہیں کہ ذاتِ خداوندی محجوب ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) ظلمت میں ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہم کو جو آئینہ ذات خداوندی کے دیکھنے کے لئے عطا ہوا ہے اس پر شیطان نے پردے ڈال رکھے ہیں اس لیئے اس نور کا عکس اس آئینہ میں نہیں آتا۔ اس لئے پہلے اس شیطان لعین کے دھوکے کو رفع کرنے کی کوشش کرو۔ یہ کس طرح دور ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے پیران طریقت اور بزرگانِ سلف کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرو پھر دیکھو کہ کیسا صاف شفاف عکس نور محض کا آئینہ قلب پر پڑتا ہے اور کس طرح معارف قرآنی سامنے آجاتے ہیں۔ نہ کتاب کی ضرورت اور نہ علم کی۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آئینہ قلب پر سے موانع کو ہٹاؤ تب معارف قرآنی روشن ہوں گے۔ گویا قلب مریض ہے اور اس کی دوا ہونی چاہیئے اور یہ بھی ایک آداب میں سے ہے۔

تفہیم | تدبر کے بعد تفہیم اس موقعہ کے آداب میں سے ہے تدبر اور تفہیم میں ایک باریک فرق ہے اور اس کو اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ تدبر اور تفکر الفاظ قرآن سے معنی سمجھنے کا نام ہے۔ اور تفہیم سمجھے ہوئے معانی سے آیت کے مضمون سمجھنے کا نام ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ قرآن پاک میں اوامر و نواہی کا ذکر ہے، جنّت اور دوزخ کا تذکرہ ہے، افعال باری تعالیٰ جلّ شانہٗ بیان ہوتے ہیں اور صفاتِ خداوندی عزاسمہٗ مذکور ہوتے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے احوال ہیں اور

ان کے جھٹلانے والوں کے تباہی اور نقصان کی بحث ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ کا ذکر ہے۔

ان متذکرہ بالا مضامین میں سے بعض کی مثال یوں سمجھئے کہ خداوند تعالیٰ کلام پاک میں فرماتے ہیں (لیس کمثلہٖ شئ وھو السمیع البصیر) آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک صفت کا ذکر فرمایا ہے یعنی لیس کمثلہٖ شئ اور اپنے دو اسماء مبارکہ کا بیان فرمایا ہے یعنی سمیع اور بصیر ہے تو قاری کو چاہیئے کہ صفت خداوندی میں غور کرے۔ تدبر کے قاعدہ سے تو اس کا ترجمہ یہ ہوا اس جیسی کوئی چیز نہیں یعنی بے مثل ہے تو بے مثلی پر خوب غور کرے یہاں تک کہ حقیقت واضح ہو جائے اسی طرح "سمیع" کا ترجمہ سننے والا ہوا اور "بصیر" کا ترجمہ جاننے والا۔ یہاں یہ غور کرنا ہے کہ ہم کان سے سنتے ہیں اور دماغ سے سمجھتے اور جانتے ہیں۔ لیکن خداوند تعالیٰ کے نہ ہماری طرح کان ہیں اور نہ ہمارا جیسا دماغ پھر کیسے سنتا ہے اور کس طرح سمجھتا ہے؟

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ ضروری ہے کہ خوب غور کرے ان صفات اور اسماء میں یہاں تک کہ روشن ہو جائیں اس کے اسرار تجھ پر۔ کیونکہ ان کی صفات اور اسماء میں بہت سے معانی اور اسرار بھرے ہیں اللہ تعالیٰ جس کو توفیق دیتے ہیں اس پر روشن ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب تم دوبارہ سہ بارہ غور کرو گے تو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں گے۔ اور تمام اسرار تم پر واضح ہو جائیں گے۔

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

جس کام کو کمر بستہ ہو کر پورے عزم کے ساتھ شروع کیا جائے تو اس کے راستے میں جتنی مشکلات اور دشواریاں حائل ہوتی ہیں سب دور ہو جاتی ہیں۔ طلب صادق کی ضرورت ہے اس کے بعد صحابہ کرام میں سے دو بزرگوں کے مقولے لکھے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اسی علم اسرار کے متعلق اشارہ فرمایا ہے

اپنے اس مقولہ میں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایسی کوئی بات مجھے تعلیم نہیں کی جو اور مومنین سے پوشیدہ رکھی گئی ہو۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ میرے رب جلیل نے اپنے بندۂ ناچیز کو کلام پاک کی فہم عطا فرمائی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا مقصود یہ ہے کہ میری زبان سے معارف ولطائف قرآنی سُنکر تم لوگوں کو خیال ہوا ہو گا کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رموز خاص طور سے تعلیم فرما دیئے ہیں اس خیال کی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تردید فرماتے ہیں کہ خصوصی تعلیم کا خیال درست نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور برکت انفاس مطہرہ سے میرا قلب صاف وشفاف ہو گیا ہے جس سے تفہیم قرآن آسان ہو گیا۔ دوسرا مقولہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ کا احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں جو شخص علوم اوّلین وآخرین حاصل کرنا چاہے وہ قرآن پاک کو اختیار کرے۔

مقصود یہ ہے کہ تدبّر اور تفہم سے کلام پاک کو پڑھو تو ابتدائی اور انتہائی تمام علوم سامنے ہوں گے۔

ان مقولات کے بعد حضرت امام غزالی رحؒ فرماتے ہیں اعظم علوم قرآنی صفات الٰہی اور اسماء الٰہی کے تحت میں مندرج ہیں کیونکہ اکثر مخلوق نے اس قدر سمجھا ہے جس قدر ان میں سمجھنے کی لیاقت تھی لہٰذا صفات واسمائے الٰہی کی گہرائی تک نہ پہنچ سکے۔

قرآن پاک میں افعال باری تعالیٰ مذکور ہوئے ہیں اس کی مثال عرض کی جاتی ہے: قال اللہ تعالیٰ خلق السمٰوٰت والارض۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔

امام غزالی نور اللہ مرقدہٗ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ اس جیسی آیات سے قاری کو صفات خداوند عزوجل سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ فعل فاعل پر دال ہوتا ہے تو عظمت فعل فاعل کی عظمت پر دال ہوگی تو جب فعل خداوندی

سامنے آگئے تو فاعل کا مشاہدہ کرے نہ کہ فعل کا۔ آگے فرماتے ہیں جو شخص حق کو یعنی اپنے اللہ کو پہچان لیتا ہے وہ ہر شے میں اس کو دیکھتا ہے۔

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ ہر محسوس ہونے والی چیز میں اگر اللہ تعالیٰ نظر نہ آئے تو گویا اس نے اپنے رب کو پہچانا ہی نہیں۔

قرآن پاک میں سابقین انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے جب یہ حالات ہمارے سامنے آئیں کہ ان کی امت کے لوگوں نے ان کو اذیت پہنچائی اور ان کی تکذیب کی تو اس سے اللہ تعالیٰ کا استغنا سمجھو کیونکہ رب العزت لاپرواہ ہے اگر تمام کے تمام ہلاک کر دئے جائیں تو بھی اس کی حکومت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے۔

اگر انبیائے کرام کے حالات میں قرآن پاک یہ واقعہ سنائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور وہ غالب ہوئے اور ان کو جھٹلانے والے مغلوب تو اس سے اللہ تعالیٰ کی قوت اور طاقت کا اندازہ لگانا چاہیئے اور یہ خیال کرنا چاہیئے کہ اللہ رب العزت ہمیشہ حق کی امداد و اعانت کرتا ہے۔

اسی طرح کلام پاک میں ان اقوام کے حالات و واقعات درج ہیں جنھوں نے اپنے زمانہ کے انبیاء کرام کی توہین اور تکذیب کی اور ان کو ایذا پہنچائی جیسے کہ قوم عاد اور ثمود، فرعون اور ہامان وغیرہ ان کے واقعات پڑھ کر اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس کی سطوت اور عظمت کا خیال کر کے اپنے نفس کے اندر عبرت پیدا کرے اس خیال سے کہ اگر میں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی میں کوتاہی کی اور خلاف ادب کیا تو ممکن ہے کہ میرے لئے بھی یہ احکام نافذ ہوں۔
غرضیکہ کہ قرآن پاک میں مختلف مضامین ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ ہر باب میں قاری اپنے لئے نصیحت و موعظت اخذ کرے یا خوف و رجاء یا دہشت حاصل کرے۔

قرآن پاک کے عجائبات کی انتہا نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں

اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ شریف کی تفسیر سے ستّر اونٹ بھر دوں۔

سجدۂ تلاوت۔ حق آیات سجدہ کی رعایت کرنا بھی اس موقع کے آداب میں سے ہے مثلاً جب آیت سجدہ پڑھے تو سجدہ کرے قوت القلوب اور احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ آیات سجدہ مختلف مضامین کی ہیں اس آیت کے مضمون کے مطابق سجدہ کی دعا ہونی چاہیئے۔ قرآن مجید میں کہیں تو آیت سجدہ میں سجدہ اور تسبیح کا حکم ہے وہاں یہ دعا پڑھنی چاہیئے:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ السَّاجِدِیْنَ لِوَجْهِكَ الْمُسَبِّحِیْنَ بِحَمْدِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُتَكَبِّرِیْنَ عَنْ اَمْرِكَ اَوْ عَلٰی اَوْلِیَائِكَ"

بعض آیات میں رونے کا تذکرہ ہے وہاں یہ دعا پڑھنی چاہیئے:۔

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْبَاكِیْنَ اِلَیْكَ وَالْخَاشِعِیْنَ لَكَ"

اسی طرح ہر موقع پر مضمون آیت کے موافق دعائیں ہیں۔ ایسی آیات جن میں سجدہ کا حکم ہے چودہ ہیں ہر قرآن مجید میں حاشیہ پر جلی قلم سے سجدہ لکھا ہوا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی سجدہ والی سورت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان اس سے رو کر الگ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے وائے اس کی ہلاکت ہو۔

ایک روایت میں ہے کہتا ہے کہ اے وائے میری ہلاکت انسان کو سجدہ کا حکم کیا گیا۔ اس نے سجدہ کیا اس کے لئے جنّت ہو گی اور مجھکو سجدہ کا حکم کیا گیا میں نے انکار کیا تو میرے لئے جہنّم ہو گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ سورۂ صٓ لکھ رہے ہیں۔ جب سورۂ صٓ شریف کے سجدہ پر پہنچے تو کہتے ہیں کہ دوات اور قلم اور تمام چیزیں جو سامنے تھیں سجدہ میں گر پڑیں اس خواب کو

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ ہمیشہ اس آیت پر سجدہ فرماتے رہے جس پر تمام چیزوں کو ابو سعید رضؓ نے خواب میں سجدہ کرتے دیکھا تھا۔ (انوار القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا کہ میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں نے آیت سجدہ پڑھی اس کے بعد میں نے اس درخت کو دیکھا کہ میرے سجدہ کے ساتھ وہ بھی سجدہ کر رہا ہے اور سجدے کی حالت میں اسسے یہ کہتے ہوئے سُنا:

" اے اللہ! تو اس سجدہ کو میرے لئے اپنے پاس ثواب میں لکھ دیجئے اور اس کو میرے لئے آخرت کا ذخیرہ بنا کر اس کی وجہ سے میرے گناہ معاف فرما دیجئے۔ اور اس کو مجھ سے قبول فرما لیجئے جیسا کہ آپ نے اپنے بندہ داؤد علیہ السلام سے قبول فرمایا تھا "

ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سجدہ کی آیت پڑھی اور آپ سجدہ کی حالت میں وہی دعا پڑھ رہے ہیں جو اس شخص نے درخت کی دعا نقل کی تھی۔ (انوار القرآن)

ابو داؤد اور ترمذی کے حوالہ سے الاتقان میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سورتوں کے آخر میں کچھ الفاظ بطور دعا پڑھے ہیں۔ جو شخص وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ پڑھے اور آخر تک پہنچے تو یہ دعا پڑھے: بلیٰ وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ اور جو شخص لا اقسم بیوم القیامہ آخر تک پڑھے تو وہ یہ دعا پڑھے (بلیٰ) اور جو شخص والمرسلات آخر تک پڑھے تو وہ یہ دعا پڑھے (آمنّا باللہ)۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب

سبح اسم ربک الاعلیٰ تلاوت فرماتے تو یہ دعا پڑھتے تھے (سبحان ربی الاعلیٰ)
پہلی سورتوں میں تو ختم سورہ شریف کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب سورۃ
دیا کرتے تھے لیکن اس سورہ شریف میں ایک ہی آیت کے بعد جواب دیا گویا وہ جواب
سورۃ ہیں اور یہ جواب آیت۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ
کے پاس تشریف لے گئے اور سورۂ رحمٰن شریف تلاوت فرمائی اوّل سے آخر تک صحابہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم خاموش سُنتے رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے
اس سورہ شریف کو جنات کو سنایا تھا۔ وہ تم سے اچھا جواب دینے والے ثابت ہوئے۔
جب میں فبای اٰلاء آخر تک پڑھتا تھا تو وہ جواب دیتے تھے (وَلَا بِشَیْءٍ
مِن نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الحمد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وَلَا الضَّالِین پڑھنے کے بعد آمین پڑھا کرتے تھے (ابو داؤد عن وائل ابن حجر)
طبرانی کے الفاظ یہ ہیں کہ تین مرتبہ آمین کہا اور بیہقی کہتے ہیں کہ رب اغفر لی
آمین پڑھا کرتے تھے۔

معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
جب سورہ بقرہ شریف ختم فرماتے تھے تو آمین کہا کرتے تھے۔

قاری کو چاہیئے کہ ان آیات اور سورۃ کا جواب دے جیسا کہ احادیث مذکورہ
سے ثابت ہے جواب دینا سنت ہے اور سنن نبویہ پر عمل موجب خیر، باعث برکت و
فیوض۔ نزول رحمت کا سبب ہے۔

بعض احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ سورۂ والضحیٰ شریف سے لے کر آخر
قرآن پاک تک ہر سورۃ کے آخر میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر پڑھا
کرتے تھے۔ (وقالت الیھود عزیز ابن اللہ) وقالت الیھود ید اللہ۔
علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے امام نوویؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قاری جب
ان آیات پر پہنچے تو آواز کو پست کردے بطور حیا اور ندامت کے کیونکہ ان آیات

میں یہود وغیرہ کے وہ مقولات ہیں جو رب العزت کی شان کے مناسب نہیں۔

تاثر اس موقعہ کے آداب میں سے ایک تاثر بھی ہے جس کو حلاوت بالذات حاصل کرنا بھی کہہ سکتے ہیں۔ لذت قلب کو حاصل ہوتی ہے بدیں وجہ یہ صفت قلب ہوئی جیسا کہ ترتیل صفت زبان ہے۔ چونکہ قلب حاکم اور سلطان ہے جب اس کو لذت حاصل ہوگی تو اپنے ماتحتوں کو عمل کا شوق دلائے گا اور عمل کے لئے تیار کرے گا اور عمل ہی مقصود اور اصل ہے۔

امام غزالی رح فرماتے ہیں (یتلونہ حق تلاوتہ) تلاوت کلام پاک کا حق یہ ہے کہ زبان، عقل اور قلب تلاوت میں برابر کے شریک ہوں۔ زبان کا کام الفاظ کو صحت سے ادا کرنا ہے (یعنی ترتیل) اور عقل کا کام تدبر اور تفہیم معانی ہے اور قلب کا کام نصائح کو قبول کرنا۔ دھمکی سے تاثر اور امر پر عمل کے لئے رغبت دلانا ہے۔

تاثر یہ ہے کہ قلب مومن میں وہ وصف پیدا ہو جائے جو آیت کی صفت ہے یعنی جب آیت وعید کی تلاوت کرے اور اس کے ہمراہ مغفرت کو قیدوں اور شرطوں سے جکڑا ہوا دیکھے تو اس کے خوف سے گھبرا جائے۔ اور اگر مغفرت کی آیت پڑھے تو خوش ہو جائے اور جب آیات ذکر اللہ اور اسماء وصفات الٰہی پڑھے تو اس کی عظمت و جلال کو سمجھ کر جھک جائے اور جب ان آیات پر پہنچے جن میں کفار نے اللہ رب العزت کے لئے بیٹا اور بیوی تجویز کئے ہیں تو شرم سے سر نیچا کر لے اور آواز کو پست کر لے اور اپنے دل میں حیا پیدا کرے۔ ذکر جنت کے وقت دل میں اس کا شوق پیدا کرے اور ذکر جہنم کے وقت اعضاء جسم میں لرزہ پیدا ہو جائے۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ بعض خائفین آیات وعید پڑھتے وقت بے ہوش ہو جاتے تھے اور بعض ایسے بھی ہوئے ہیں کہ جن کی سماع آیات قرآنی سے موت واقع ہو گئی۔

اکثر علمائے دین فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کا اکثر و بیشتر حصہ ایسی آیات پر مشتمل ہے جن میں حزن ہے اور خشیت ہے۔ ان ہی بزرگوں نے وہیب ابن الورد کا مقولہ نقل فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے بہت غور کیا ہے، ان احادیث اور مواعظ میں قرأۃ قرآن مع التدبر اور تاثر جس قدر قلوب کو نرم کرنے والی اور حزن پیدا کرنے والی ہیں اور کوئی چیز نہیں۔

غرضیکہ تلاوت قرآن مجید کا اصل مقصود امتثال اوامر اور اجتناب نواہی ہے اور وہ بلا تاثر ناممکن ہے۔

گریہ وزاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کرو اور گریہ و بکا کرو اور اگر رو نہ سکو تو رونے والوں کی سی صورت بنالو۔ (احیاء العلوم)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب تم سجدہ سبحان پڑھو (بنی اسرائیل) تو سجدہ میں عجلت مت کرو (آیت میں رونے کا حکم ہے) یہاں تک کہ تم آہ و بکا کرو۔ اگر تمہاری آنکھ نہ روئے تو تمہارا قلب روئے۔ (احیاء العلوم)

گریہ وزاری کا طریقہ یہ ہے کہ قلب میں حزن پیدا کرے اور حزن سے بکا پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید مع الحزن نازل ہوا ہے تو جب تم اس کو پڑھو تو تم کو حزن پیدا کرنا چاہیئے۔ حزن پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دھمکیاں ہیں اور وعید ہیں۔ وعدے ہیں اوامر و نواہی ہیں۔ جب قاری کو اس میں اپنی تقصیر نظر آئے گی تو لازمی طور پر حزن و ملال پیدا ہوگا۔ اور وہی موجب گریہ ہوگا۔ اگر قلب نہ روئے جیسا کہ قلوب صوفیہ روتے ہیں تو اس نہ رونے پر روؤ۔ مطلب یہ ہے کہ دل میں سوز و گداز پیدا کرو تاکہ قلب پر رقت طاری ہو۔

صالح المری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام پاک سنایا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے صالح یہ تو قرأۃ

ہے اس میں گریہ وزاری کہاں ہے۔ مقصد یہ کہ گریہ وزاری کہ قرآن پاک کے لئے باعث حسن ہے اس کو کیوں چھوڑ دیا۔

ترقی درجات جب ایک حالت پیدا ہو جائے تو اس سے اوپر چڑھنے کی کوشش کرنا اور اس میں یہاں تک مشغول ہونا کہ کلام پاک کو تلاوت کرنے میں ان الفاظ کو اپنے منہ سے نہ سنے بلکہ اپنے اللہ تعالیٰ سے سنے جیسے کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے سُنے تھے۔ اور یہ مرتبہ مراتب عالیہ میں سے ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تلاوۃ کلام پاک کے تین درجے ہیں جس میں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مومن یوں فرض کرے کہ میں الفاظ قرآن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا سُنا رہا ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میری زبان سے یہ الفاظ سُن رہا ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اپنے قلب کی آنکھ سے دیکھے کہ رب العزت مجھکو دیکھ رہا ہے اور مجھ سے مخاطب ہے اور نہایت درجہ لطف وکرم کی وجہ سے میرے کان میں باتیں کر رہا ہے۔ انعام واحسان کی وجہ سے اس مقام پر مومن کا کام حیا ہے۔ اور تعظیم کان لگا کر سننا اور سمجھنا ہے۔

اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ مومن کلام اور الفاظ میں متکلم کو دیکھے اور کلمات میں صفات متکلم کو دیکھے تو اس مقام پر مومن اپنے نفس کو کبھی نہیں دیکھتا اور نہ قرآۃ کو دیکھتا ہے اور نہ منعم کے انعامات کو دیکھتا ہے بلکہ اس کی ہمت اس کی فکر ٹھہری ہوئی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ پر کہ گویا نزد دیدار خداوندی میں مستغرق ہوتا ہے۔ اس لئے غیر اللہ کی پرواہ ہی نہیں کرتا بلکہ اس کو کسی دوسرے کی خبر ہی نہیں ہوتی یہ درجہ مقربین کا ہے اور اس سے پہلے کے دو درجات اصحاب الیمین کے ہیں۔ اور جن لوگوں کو ان تینوں درجات میں سے کوئی حالت پیش نہیں آتی تو وہ غافلین میں سے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رب العزت تبارک وتعالیٰ

کا نور مخلوق کے لئے اس کے کلام میں چمک رہا ہے لیکن تم دیکھتے نہیں حضرت کا یہ قول درجات عالیہ کی خبر دے رہا ہے۔

ان تمام درجات میں لوگ کوشش نہیں کرتے اس لئے اجنبی معلوم ہوتے ہیں اگر اس سلسلہ میں کوشش کی جائے تو پھر اس کا لطف معلوم ہو۔

ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نماز میں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب آپ ہوش میں آئے تو لوگوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں قرآنی آیات کی اپنے قلب پر لوٹ پھیر کر رہا تھا تو میں نے اسی آیت کو اللہ تعالیٰ سے سُنا تو میرا جسم اس کی قدرت کے معائنہ کی برداشت نہ کر سکا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

ایک کا واقعہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں قرآن مجید پڑھا کرتا تھا لیکن کوئی حلاوت نہ ہوتی تھی ایک مرتبہ میں نے اس طریقہ سے پڑھا کہ جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام کے سامنے پڑھ رہے ہیں اور میں گویا سُن رہا ہوں۔ پھر اس سے بلند مقام اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرما دیا۔ یہاں پہنچکر میں نے اس طرح تلاوت کی گویا کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام وعلیٰ نبینا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک تلقین فرما رہے ہیں اور میں سُن رہا ہوں۔ پھر خداوند قدوس نے مجھے اس سے بھی بلند درجہ عطا فرمایا۔ اب میں تلاوت کے وقت کلام پاک کو اللہ تعالیٰ سے سُنتا ہوں اس موقعہ پر میں اس قدر لذت اور نعمت پاتا ہوں کہ مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر قلوب پاک ہوں۔ تو تلاوت قرآن پاک سے کبھی پیٹ نہ بھرے۔ اور ہر وقت انسان اسی میں مشغول رہیں۔

بعض بزرگان دین کا مقولہ ہے کہ قرآن پاک خطوط ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہمارے پاس آئے ہیں، تو مومن کو چاہئے اس کو اسی طرح پڑھے جس طرح کوئی غلام

اپنے آقا کی تحریر کو ایک گوشہ میں بیٹھکر خوب غور سے پڑھتا ہے اور جو کچھ اس تحریر میں کیا گیا ہے اس پر عمل کرتا ہے۔ اور اسے ہر وقت یہ فکر رہتا ہے کہ اگر اس کے خلاف ہوگا تو انعام و اکرام کی بارش جو اس طرف سے ہو رہی ہے وہ بند ہو جائے گی۔

مقدار قرأت مقدار قرأت بھی آداب تلاوت میں شامل ہے۔ بزرگان دین نے اس سلسلہ میں بھی بہت سے اقوال نقل فرمائے ہیں۔

چنانچہ بعض بزرگ ایک دن اور ایک رات میں قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ اور بعض حضرات تین روز میں ختم فرماتے تھے۔ اور بعض سات روز میں

امام حسن بن زیاد جو شاگرد ہیں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کے فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؓ نے فرمایا کہ جس نے ایک سال میں دو مرتبہ قرآن پاک ختم کیا اس نے اس کے حق کو ادا کر دیا کیونکہ جس سال حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاں سے تشریف لے گئے اس سال حضورؐ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیلؑ کے سامنے پڑھا تھا۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر چالیس دن میں ایک ختم ہونا چاہئے اس سے زائد تاخیر مکروہ ہے۔

جو عالم اشاعت علم میں مصروف ہوں ان کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے اور ان کو اسی قدر پڑھنا چاہئے کہ جس سے ان کے اس کام میں حرج واقع نہ ہو جو ان کے سپرد کیا گیا ہے۔

امام نووی رح فرماتے ہیں قراۃ کلام پاک موکد الاذکار ہے لہٰذا اس سے کوئی رات اور کوئی دن خالی نہ ہونا چاہئے۔ تھوڑی آیات پڑھنے سے بھی اصل قرآۃ حاصل ہو جاتی ہے۔ (کتاب الاذکار)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات اور دن میں پچاس آیات پڑھے وہ غافلین میں نہ لکھا جائے گا۔ جو شخص سو آیات پڑھے اس کا شمار قانتین میں ہوگا جو شخص دو سو آیات پڑھے، تو

قرآن پاک قیامت کے روز جھگڑا نہ کرے گا۔ اور جو شخص پانچ سو آیات پڑھے اس کو ایک ڈھیر کے برابر اجر ملے گا۔

دفاع موانعات | کلام پاک کے برکات اور فیوضات سے جو چیزیں مانع ہوں ان کو دور کرنا بھی آداب تلاوت میں شامل ہے۔

اکثر لوگوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ صبح سے شام تک فکر معاش میں لگے رہتے ہیں۔ شام ہوئی تمام دن کی تھکن ہوتی ہے تو اس کو دور کرنے اور دل بہلانے کے واسطے کسی تفریحی مشغلہ میں لگ گئے یعنی تاش کھیلنے لگے، شطرنج میں مصروف ہو گئے یا سینما چلے گئے اس کے بعد سو گئے لیجئے تمام دن رات کا پروگرام خدا کے بندوں نے بیان کر دیا اب بتلایئے اس پورے پروگرام میں کہیں بھی خدا کا نام آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ اس قسم کی عدیم الفرصتی کے بہانے تراش کر یہ سمجھتے ہیں کہ ذمہ داری سے بری ہو گئے اور اگر خداوند عالم کے حضور میں پیشی کا موقع آیا تو اس قسم کے بہانوں سے کام چل جائے گا؟

عزیزانِ محترم یاد رکھیئے کہ ہر انسان متنفس جو پیدا ہوا ہے اس کو موت آنی لازمی ہے اور یہ بھی یقینی ہے کہ اس کے بعد خداوند عالم کے حضور اپنے اپنے نامہ اعمال اور اپنی ذمہ داریوں کی بجا آوری کے لئے جوابدہ ہونا ہے۔ اور اس موقعہ پر کسی کی سفارش نہ چلے گی یہ حق اللہ نے اپنے پیارے محبوب جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔ البتہ آپؐ کے بعد احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن حکیم کی سفارش جو وہ اپنے پڑھنے والے کے حق میں کرتا ہے قبول کی جاتی ہے اگر تم نے دنیا کی چند روزہ زندگی میں دنیا کے دھندوں سے فرصت نکال کر قرآن پاک کی تلاوت کی ہے تو یہ تم کو جنت میں پہنچائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یقیناً صحیح ہے کہ تم کو وسائل معاش کی تلاش کی طاقت قدرت اور فرصت اسی حق تعالیٰ نے دی ہے جس سے تم ایسے غافل ہو کر رات اور دن کے لمحات میں اس کی یاد کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے اسی طرح اگر وہ بھی تم کو بھول جائے تو اندازہ کرو کہ تمہارا کہاں ٹھکانا لگے۔ لہٰذا آنکھیں کھولو

اور کلام پاک کو مضبوطی سے پکڑو اس کی تعلیمات پر عمل کرو تاکہ تمام بگڑے کام بن جائیں اور بنے ہوئے کام میں ترقی ہو۔

دل بہلانے کی حقیقت یہ ہے کہ انسان آزادی سے بلا فکر و تردد کے اپنے آپ کو ایسے اشغال میں معروف کرے جس سے طبیعت و نفس خوش ہو۔ اسی کا نام تفریح ہے۔ آجکل کے ترقی یافتہ دور میں انسان نے اپنی تفریح طبع کے لئے ہزارہا قسم کے مشاغل ایجاد کر لئے ہیں۔ لیکن کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا جس کو ہمہ قسم کی تفریحات سے دلچسپی ہو۔ لہذا معلوم ہوا کہ اس قسم کی تفریح عام مقبولیت کے قابل نہیں صرف ماحول کے اثرات سے حسب مناسبت اختیار کر لی جاتی ہے۔ اور اس میں برائی بھلائی کا امتیاز باقی نہیں رہتا ان میں اکثر چیزیں قطعی حرام ہوتی ہیں لیکن ماحول کا اثر ضمیر کی آواز کو دبا کر ان چیزوں کا عادی بنا دیتا ہے۔

بعض لوگوں کے لئے کتب بینی تفریح کا مشغلہ ہوتی ہے۔ اور اکثر لوگ ایسی کتابیں جن میں جھوٹے سچے فرضی قصے ناول طلسم ہوشربا اور الف لیلہ وغیرہ پڑھتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر فلمی اخبار اور رسالے جو مخرب اخلاق ہوتے ہیں جو وقت گزاری کا بہترین مشغلہ سمجھے جاتے ہیں۔ مگر ایسا لٹریچر پڑھنے سے چند روز تک تو دلچسپی قائم رہتی ہے مگر تھوڑے عرصہ بعد اس سے طبیعت اُکتا جاتی ہے۔ کیونکہ انسانی طبیعتوں کا خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ نت نئی چیزوں کی تلاش میں رہتی ہیں۔ تو پھر اس سے اکتا کر اور اس ماحول سے ہٹ کر ان کو دوسری چیزوں کی تلاش ہوتی ہے۔

یہ خوبی صرف قرآن پاک ہی میں ہے کہ جو اتنی جامع کتاب ہے کہ جب سے دُنیا آباد ہوئی ہے اور جب تک قائم رہے گی اور ہر دور میں اس میں بسنے والوں نے جو کچھ کیا ہے اور آئندہ بھی جو کچھ کریں گے ان کی تمام حرکات و سکنات کے متعلق کسی نہ کسی نوعیت سے حوالہ جات قرآن پاک میں ملیں گے۔ قرآن کریم میں جنت کے باغات، میدان، دریا، پہاڑ اور سمندروں کے قصے، پچھلی قوموں کے بننے بگڑنے

کے حالات اور اس دَور کی دُنیا میں انھوں نے کیا کیا کارنامے کئے یہ سب قصص القرآن ہیں جن کا مطالعہ کسی طرح بھی دوسری کتابوں سے کم دلچسپی کا سامان فراہم نہیں کرتا اور پھر لطف کی بات یہ کہ ان کے مطالعے اور ان پر غور و فکر کرنے سے کبھی طبیعت نہیں اکتاتی۔

قرآن پاک میں جن نعمتوں کا ذکر ہے وہ خدا کے مقرب و نیک بندوں کو مرنے کے بعد تو یقیناً ملیں گی لیکن دنیا میں اکثر کو ان کے مشاہدات ہوتے رہتے ہیں اور بعض اوقات یہ چیزیں دُنیا کی زندگی میں بھی خداوند تعالیٰ مرحمت فرما دیتے ہیں۔ ذیل کے واقعہ سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے :۔

ابو سلیمان درانیؒ کاملین اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ جن کی وفات ۲۱۵ھ میں ہوئی ایک بزرگ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بھائی نے ایک روز دعوت کی کہ کھانا ان کے ساتھ کھائیں۔ چنانچہ انھوں نے دعوت قبول کر لی اور وعدہ کر کے چلے گئے۔ تمام رات گذر کر صبح ہو گئی مگر یہ بزرگوار نہ پہنچے صبح کو ان سے شکایۃً کہا گیا کہ آپ حسب وعدہ تشریف نہ لائے کیا وجہ ہوئی انھوں نے جواب میں فرمایا کہ اگر میں نے تم سے آنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو جو واقعہ رات گزرا وہ کبھی تم سے بیان نہ کرتا۔ واقعہ یہ ہوا کہ شام کو مجھے دیر ہو گئی یہاں تک کہ عشاء کا وقت قریب آگیا میں نے خیال کیا کہ بعد نماز پہنچ کر کھانا کھاؤں گا لیکن عشاء کے فرضوں سے فارغ ہوا تو موت کے خیال نے وتر پڑھنے کے لئے کھڑا کر دیا یعنی وتر واجب ہو چکے ہیں اگر پڑھنے سے پہلے موت آگئی تو وتر نہ پڑھنے کا بوجھ رہے گا۔ چنانچہ جب میں وتر کی دعا میں پہنچا ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے ایک ہرا بھرا سرسبز و شاداب باغ لایا گیا۔ اس میں قسم قسم کی جنّت کی کلیاں پھول اور خوشبوئیں تھیں جن کو میں رات بھر دیکھتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

آپ اندازہ کیجئے کہ یہ واقعہ ان کو اسی دنیا میں اور اسی حیات مستعار میں پیش آیا۔ اگر ہم اور آپ بھی خدا سے تقرب پیدا کریں اور اس سے ان

نعمتوں کی خواہش کریں تو وہ بخیل نہیں ہے ضرور عطا کرے گا۔ طلب صادق ہونی چاہیئے۔

ابلیس لعین مومن کا کھلا دشمن ہے۔ اس نے قلوب پر پردے ڈال رکھے ہیں جن کی وجہ سے اسرار شریعت اور عجائبات قرآن انسانوں کی نظروں سے مخفی رہتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر شیاطین کی آمد و رفت قلوب پر نہ ہوتی تو بنی آدم ملکوت کو دیکھ لیتے۔ اسرار شریعت اور لطائف قرآنی بھی ملکوت میں سے ہیں اس لئے کہ جو چیز حواس خمسہ کے ذریعے نہ پہچانی جائے اور نور بصیرت کے سوا بھی نہ جائے وہ ملکوت ہے۔

(احیاء العلوم)

اس قسم کے موانعات کا دفعیہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ قلوب پر سے شیطان کی آمد و رفت اور اس کا قبضہ و تصرف ختم کیا جائے۔ بزرگان دین نے اس کے بہت سے شرعی علاج تجویز کئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر وقت انسان باوضو رہنے کی کوشش کرے۔ جب وضو ٹوٹے تو فوراً دوبارہ کر لیا جائے۔ اور اگر وضو کا سامان فراہم نہ ہو سکے تو تیمم کر لیا جائے۔ جب طبیعت اس عمل کی عادی ہو جائے یعنی وضو نہ ہونے سے پریشانی اور تشویش ہونے لگے تو پھر اس کے بعد اپنے اکل و شرب کا جائزہ لے۔ اگر اس میں کوئی چیز مشتبہ نظر آئے تو اس کو ترک کرنا چاہیئے۔ اس مقام پر پہنچ کر ان شاء اللہ ترقی ہوگی اور ہر عمل شرعی میں حظ و لطف پیدا ہو جائے گا۔

اس کے بعد وہ موانعات ہیں جو تلاوت کرتے وقت پیش آتے ہیں اور تلاوت کلام پاک کی برکات و فیوض سے محروم کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے مومن عمر بھر تلاوت کرتے ہیں مگر پھر بھی اپنے اعمال و افعال میں کوئی ترقی نہیں پاتے اور نہ کوئی فیض و برکت محسوس کرتے ہیں۔ یہ سب شیطانی وساوس ہوتے ہیں جو قلوب انسانی کو محجوب کر کے انسان کو اپنے مقام سے آگے نہیں بڑھنے دیتے، حالانکہ احادیث سے

کلام پاک کے بارے میں ثابت ہے کہ کلام پاک خداوند تعالیٰ سے تقرب کا افضل ترین ذریعہ ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ روزانہ تلاوت کے باوجود کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا یقیناً شیطان اس کی برکات و فیوض میں سدّ راہ ہے۔ مومن کا فرض ہے کہ ان شیطانی حجابات کو چاک کر ڈالے تاکہ وہ شاہراہ جس پر چل کر اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے صاف اور گرد و غبار سے پاک ہو جائے۔ فضائل قرآن میں ایک حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ کلام پاک ایک رسّی ہے جس کا ایک سرا تمہارے ہاتھ میں اور دوسرا خداوند تعالیٰ کے دست مبارک میں ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحؒ نے حق تعالیٰ کو ننانوے مرتبہ خواب میں دیکھا۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ اگر اب کی مرتبہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھوں گا تو ضرور دریافت کروں گا کہ آپ کے تقرب کا بہترین ذریعہ کیا ہے، چنانچہ پھر خواب میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی اور دریافت کیا تو جواب ملا کہ بہترین ذریعہ میرے تقرب کا میرا کلام ہے۔ تو اس پر امام صاحب نے دریافت کیا سمجھ کر یا بلا سمجھے؟ فرمایا کہ دونوں صورتوں میں تقرب حاصل ہو جاتا ہے۔ اب اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو یہ نفس کا قصور ہے۔

تلاوت کے جو آداب بیان کئے گئے ان کو علیحدہ علیحدہ سمجھ کر اگر ان پر عمل کیا جائے تو پھر دیکھئے کہ کیا کیا برکات آسمانی نازل ہوتی ہیں۔

اتقان میں لکھا ہے تلاوت کلام پاک کا قطع کر دینا کسی سے بات کرنے کے لئے مکروہ ہے۔ اس کے بعد علامہ حلیمی کا قول نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نامناسب ہے کہ کلام اللہ کی تلاوت چھوڑ کر غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ اس مسئلہ کی وضاحت امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث سے کی ہے یعنی ابن عمر جب تک قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے کسی سے بات چیت نہ کرتے تھے اور لکھا ہے اس دوران مذاق کرنا بھی مکروہ ہے۔

خزینۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ اُستاد محترم اور والد کے سوا قاری کو تعظیماً

کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ نفس کی خواہشات میں گرفتار ہونا۔ غرور و تکبر کا موجود ہونا۔ قلب میں برے خیالات کا ہونا اور گناہ پر اصرار قلب کی غفلت کا سبب ہیں جو قلب کو زنگ آلود کر دیتی ہیں یہ سب چیزیں جس قدر قلب پر وارد ہوں گی اسی قدر معانی کلام پاک پوشیدہ اور در پردہ رہیں گے۔ اسی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت جس قدر درہم و دینار کی تعظیم کرے گی۔ اسی قدر اس سے اسلام کی ہیبت اور صولت نکل جائے گی اور جب میری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دے گی تو اس پر برکت وحی حرام ہو جائے گی۔ یہ الفاظ ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی تفسیر حضرت فضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ نے یوں فرمائی کہ فہم قرآن ان پر حرام ہو گا۔ جب فہم نہیں تو ترقی کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔

امام نووی رح نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ بزرگانِ دین نے امراض قلب کے لئے پانچ دوائیں تجویز کی ہیں:۔

(۱) قرآن مجید کی تلاوت (تدبر کے ساتھ)

(۲) پیٹ کو خالی رکھنا۔

(۳) قیام اللیل۔

(۴) سحر کے وقت تضرع کرنا۔

(۵) صلحاء امت و اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھنا۔

تلاوت کے بعد کے آداب

تلاوت کلام پاک کے بعد تین حالتیں ہو سکتی ہیں: (۱) کلام مجید شروع سے آخر تک ختم ہو گیا۔ (۲) ابھی کچھ پڑھنا باقی ہے اور سورت ختم ہو گئی۔ یا (۳) ابھی تلاوت کلام پاک تو باقی ہے لیکن تلاوت کرنے والا دوسرے کاموں میں مشغول ہو گیا تو ان تینوں حالتوں کے لئے الگ الگ آداب ہیں اس کے علاوہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ تینوں حالتیں ایک جگہ جمع ہوں یعنی قرآن مجید ختم بھی ہو گیا۔ سورۃ بھی ختم ہو گئی اور فی الحال مزید تلاوت کا بھی ارادہ نہیں اس صورت میں یہ دعا پڑھنی مستحب ہے:

"صَدَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَلَّغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْحَیَّ الْقَیُّوْمَ"

اور اگر سورت ختم ہوئی ہے تو بھی اوپر کی دعا پڑھنی چاہیئے اور اگر تلاوت سے فارغ ہوا ہے تو بھی یہی دعا پڑھنی چاہیئے۔

اگر قرآن مجید ختم ہوا ہے تو یہ الفاظ اور اضافہ کرنے چاہئیں:۔

"اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْآنِ وَاجْعَلْهُ لِیْ اِمَامًا وَّ نُوْرًا وَّ هُدًی وَّرَحْمَةً اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِیْ مِنْهُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ٥"

امام نوویؒ نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ ختم قرآن پاک نماز میں مستحب ہے

اور اگر جماعت نے مجتمع ہو کر کلام پاک ختم کیا تو یہ مستحب ہے کہ اوّل رات میں ختم کریں - یا اوّل دن میں اور ختم کے دن روزہ رکھنا بھی مستحب لکھا ہے۔ ختم کے دن دوست احباب کو جمع کرنا بھی مستحب ہے۔ مسند دارمی میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ ابن عباس رضؓ نے ایک آدمی مقرر کر رکھا تھا کہ قرآن مجید پڑھنے والوں کا خیال رکھے جس روز ان کا ختم ہو تو ان کو اطلاع کر دے تو عبداللہ ابن عباس رضؓ ختم میں شرکت فرماتے تھے۔

ختم قرآن کی دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے اور بعض کتب صحیحہ میں لکھا ہے کہ ختم قرآن کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ مسند دارمی میں حمید الاعرج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے قرآن پاک پڑھا پھر دعا مانگی تو چار ہزار فرشتے اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

دعا کے آداب

دعا ہمیشہ تضرع اور زاری کے ساتھ مانگنی چاہیئے۔ دعا جائز او ضروری امور کے واسطے ہو اور دعا کے الفاظ بھی جامع ہوں دعا ہمیشہ اجتماعی طور پر مانگنی چاہیئے۔ دعا کا بڑا حصہ امور آخرت کے متعلق ہو او تمام عالم اسلام کی فلاح و بہبود پیش نظر ہو۔ اس میں خواہ مسلمان حکمران ہوں اما ہوں یا عوام الناس دعا ان الفاظ میں ہونی چاہیئے۔ کہ اے اللہ ان سب کو اپ اطاعت اور عبادت کی توفیق عطا فرما۔ دین کے مخالفوں سے تو ان کو محفوظ ماموں رکھ - اے اللہ! یہ لوگ نیک کاموں اور تقوے کے معاون و مددگار رہیں اور یہ لوگ متفق ہو کر حق پر قائم رہیں اور اے اللہ یہ لوگ اعدائے دین اور تمام مخالفِ اسلام پر غالب رہیں۔ آمین۔

بزرگانِ سلف نے لکھا ہے کہ ایک قرآن مجید ختم کر کے فوراً دوسرا شروع مستحب ہے۔ عبداللہ ابن عباس ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے روایت کر ہیں کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قل اعوذ برب الناس پڑھنے کے

پھر الحمد شریف سے شروع کر دیتے تھے اور سورۂ بقرہ اُولٰٓئِکَ ھُمُ المُفلِحُونَ تک تلاوت فرماتے تھے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختم کی دعا پڑھتے تھے۔

شرائط دُعا نماز کی طرح دعا کی بھی شرائط ہیں جیسے کہ اوّل شرط اکل حلال ہے اور آخری شرط اخلاص اور حضور قلب۔ یعنی دعا مانگنے والا دعا کے وقت دوسری طرف ہرگز متوجہ نہ ہو۔ اضطراری کیفیت اجابت دعا کیلئے ضروری ہے۔ ابن عطا فرماتے ہیں کہ انسان کی دعا کے وقت ایسی حالت ہونی چاہئے کہ جیسے غرق ہو رہا ہو یا کسی آفت میں پھنس گیا ہو اور ہلاکت قریب نظر آ رہی ہو ایسی حالت طاری کرنے پر خداوند تعالیٰ سے رجوع کرے تو انشاء اللہ دعا ضرور مقبول ہوگی۔

دعا کے آخری الفاظ یہ ہونے چاہئیں:

"سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" (خزینۃ الاسرار بحوالہ روح البیان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دُعا معلق رہتی ہے جب تک اس سے قبل اور بعد درود شریف نہ پڑھا جائے لہٰذا قرأت قرآن سے پہلے حمد و ثنا اور درود شریف پڑھنا چاہئے۔ اسی طرح ختم تلاوت پر بھی کیونکہ کلام پاک از اوّل تا آخر دعا ہے۔

حضرت سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو درود شریف سے ابتدا کرو پھر اپنی حاجت طلب کرو۔ پھر دعا کو ختم کرو درود شریف پر کیونکہ اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم سے دونوں مرتبہ کے درود شریف کو قبول فرمالے گا۔ اس کا کرم تو اس سے بہت زیادہ ہے کہ دونوں درود شریف کے درمیان کی چیز چھوڑ دے۔

معجزاتِ قرآن

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیگر انبیاء کرام رضؑ کے معجزات تو ان کے زمانے کے ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو گئے اس وجہ سے ان کے معجزات کو وہ لوگ ہی دیکھ سکے جو اس زمانہ میں موجود تھے۔ بعد کے لوگوں نے ان معجزات کا مشاہدہ نہیں کیا۔ مگر قرآن مجید کا معجزہ قیامت تک باقی رہے گا۔ (معلومات قرآن)

قرآن کریم کی دیگر خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ تمام جن و انس، اس جیسی کتاب کی تصنیف سے عاجز ہیں یعنی تمام مخلوق مل کر بھی قرآن مجید کی ایک آیت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں بنا سکتے اگر اس دعوے میں شک ہو تو قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝"

قرآن مجید کے اس چیلنج کو آج تک کوئی قبول نہ کر سکا۔ یہ کلام اللہ کی بلاغت کا معجزہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی محض تھے۔ یعنی آپ نے کسی استاد سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا اور عرب کے لوگ ایسے فصیح و بلیغ تھے کہ بڑے بڑے طویل قصائد فی البدیہہ یعنی بغیر سوچے اور غور خوض کئے تصنیف کر دیتے تھے۔ بڑے بڑے خطبے بلا تامل تحریر کر دیتے

ان کا روزمرّہ کا مشغلہ تھا۔ اور اس مجمع فصحائے عرب میں آپ نے اس کا ڈنکا بجایا: فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ، کوئی شخص ان میں سے مثل سورۃ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کی نہ لاسکا باوجودیکہ قرآن مجید کی وہی زبان ہے جو ان کی مادری زبان (عربی) ہے۔ اس زمانہ سے آج تک جتنے اسلام کے دشمن گزرے ہیں انھوں نے باوجود اپنی فصاحت و بلاغت کے اس کے مقابلے سے عاجز ہونے کا یہ سمجھ کر اقرار کرلیا کہ قرآن مجید اپنی مثال نہیں رکھتا اس کا تمام عالم میں کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

علامہ سیوطی رحؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علمار کا اس پر اتّفاق ہے کہ کتاب الٰہی بہت بڑا معجزہ ہے باوجودیکہ مخالفین کو اس کی دعوت دی گئی کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل بناکر دکھلاؤ مگر پھر بھی دُنیا میں کسی شخص کو اس کی جرأت نہ ہوئی۔

قرآن کریم نے ببانگ دہل اپنے مخالفین سے کہا: "هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" اگر تم اپنے دعوے میں سچّے ہو تو اس پر دلیل لاؤ۔ مگر وہ ایسا نہ کرسکے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ قرآن کریم کی روشنی دُنیا میں نہ پھیلنے پائے اور دنیا میں اس کی ہدایتوں کا ظہور نہ ہو۔ چنانچہ بڑی جد و جہد کے باوجود ان کی یہ کوششیں بارآور نہ ہوسکیں اور کیسے ہوسکتی تھیں جبکہ خود خداوند عزّوجل نے اپنے اس کلام مقدّس کی بابت خود ارشاد فرمایا کہ:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"

"یہ کلام پاک ہم نے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

بالآخر معاندین کی جماعت جب کچھ نہ بناسکی تو عاجز ہوکر یہ کیا کہ کبھی تو عناد و تمرد سے پیش آئے اور کبھی اس کے ساتھ استہزا کیا، کبھی اس کو جنوں کا کلام بتایا اور شعر اور سحر کہا کبھی پُرانے قصّے اور کہانیاں بتلائیں وجہ یہ تھی کہ اس کے اعجاز کو دیکھ کر مبہوت ہوگئے تھے لہٰذا جو کچھ منہ میں

آتا، ہک دیتے تھے۔

قرآن مجید میں یہ وصف بھی ہے کہ اس کی تلاوت کرنے والے اس سے گھبراتے نہیں اور اس کو سننے والے ملول نہیں ہوتے بلکہ جس قدر اس کی تلاوت کی جاتی ہے اور جتنی اس پر زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے حلاوت میں زیادتی ہوتی ہے اور جس قدر خلوص کے ساتھ اس کو پڑھا جائے اس سے انس ہوتا جاتا ہے، برعکس اس کے دوسرے کلام کو بار بار پڑھنے سے دل گھبرا جاتا ہے اور بے لطفی پیدا ہوجاتی ہے۔ اسی واسطے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قرآن کثرت تلاوت سے کہنہ نہیں ہوتا۔ (خصائص جلد ۱)

قرآن کریم کا کمال اور معجزہ ایک یہ بھی ہے کہ لاکھوں مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی زبانوں پر الٓمّٓ سے لے کر والنّاس تک جاری ہے اور سب کو حفظ یاد ہے۔ اتنی ضخیم تیس پاروں کی کتاب کروڑوں انسانوں کے سینے میں محفوظ ہونا اور ان کی زبانوں پر جاری ہونا بھی کلام الٰہی کا ایک بڑا زبردست اعجاز ہے اور یہ بات دنیا کی کسی کتاب کو نصیب نہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت سے قلوب پر ہیبت طاری ہوتی ہے۔ انسان خشیت الٰہی کی وجہ سے لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ تلاوت کرنے والے پر رقت بھی طاری ہو جاتی ہے آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ خود قرآن پاک کی اس آیت:

"تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ"

سے قلوب پر ہیبت طاری ہوجاتی ہے۔ قرآن مجید میں معارف وحقائق کا وہ ذخیرہ موجود ہے کہ وہ ختم ہی نہیں ہوتا، حالانکہ علماء اور مفسّرین کی عمریں ان کو بیان کرنے میں ختم ہوگئیں۔

ہر نبی کو اکثر وہ معجزات عطا ہوئے ہیں کہ جن کا اس زمانہ میں چرچا ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے عہد میں سحر کا زور تھا ان کو ید بیضا اور عصا ملا جس سے تمام جادوگر عاجز ہوگئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے

زمانہ میں جالینوس کی طب کا بہت زور تھا ان کو مُردے زندہ کرنے اور بیمار کو تندرست کرنے کا معجزہ ملا جس سے تمام اس دور کے اطبا، عاجز ہو گئے۔

اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عرب کے لوگ فصاحت و بلاغت اور شعر گوئی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جن کی خطابت اور شعر گوئی اس درجہ پر تھی کہ وہ اپنے علاوہ سب کو گونگا سمجھتے تھے۔ لہٰذا آپ کو وہ کتاب ملی جس سے تمام عرب کے فصحا حیرت میں آ گئے اور اس کو سحر مبین کہنے لگے۔

سورۂ بقر کا پہلا لفظ الٓمٓ بحساب حروف ابجد خود بتلا رہا ہے کہ الٓمٓ میں الف کا ایک عدد۔ لام کے تیس اور میم کے چالیس عدد ہوتے ہیں جو اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ الف سے مراد ذات مقدس اللہ تعالیٰ کی جو ایک ہے اس کی طرف بواسطہ جبریل امین جو حرف لام سے سمجھا جاتا ہے۔ ۳۰ پارے جو حرف لام کے اعداد ہیں۔ جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو میم سے مراد ہیں چالیس برس کی عمر میں نازل ہوئے۔ حرف میم کے چالیس ہی اعداد ہیں۔ (فَتَدَبَّرُوْا وَلَا تَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ٥)

ایسی معجزنما آسمانی کتاب جس شخص پر نازل ہوئی وہ خدا کا یقینی برحق اور سچا نبی ہے اور جو لوگ اس کے ماننے والے اس پر عمل کرنے والے ہیں وہ مسلم ہیں ان کا یہ مذہب اسلام سچا ہے اس کے سوا جو مذاہب دنیا میں موجود ہیں وہ باطل اور منسوخ ہیں "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ" کلام الٰہی کی یہ آیات اس پر شاہد ہیں۔

اگر چشم حقیقت بیں سے دیکھے دیکھنے والا
نظر اللہ کی صورت اسے آئے گی قرآں میں

چند ضروری مسائل

مسئلہ ۱: قرآن پاک کو یاد کرنے کے بعد بھول جانا سخت گناہ ہے۔

کتاب الاذکار میں چند احادیث اس باب میں نقل کی گئی ہیں۔ بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خداوند قدوس کی ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے قرآن پاک قلوب مومنین سے نکل جانے والا ہے (کیونکہ شیطان لعین اس کے حفظ کو کب گوارا کرتا ہے) جیسا کہ اونٹ رسّی سے نکل جاتا ہے اس سے زائد نکل جانے والا ہے لہٰذا اس کی حفاظت کرتے رہو۔

ترمذی اور ابو داؤد رضی اللہ عنہما نقل فرماتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے تمام امور مجھ پر پیش کئے گئے یہاں تک کہ ذرہ برابر کسی جانور کی بیٹ جو کسی مومن نے مسجد سے نکال کر پھینکی۔ اور میرے سامنے اُمّت کے تمام گناہ اور معاصی بھی پیش کئے گئے۔ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے ان تمام معاصی میں سب سے بڑا گناہ یہ دیکھا کہ ایک شخص کو قرآن کریم کی ایک سورۃ یا ایک آیت عطا کی گئی (یعنی اس کو یاد ہوگئی) پھر وہ اس کو بھول گیا۔

ابوداؤد اور مسند دارمی رضی اللہ عنہما نے نقل ہے کہ حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن پاک پڑھا پھر بھول گیا تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس کی ملاقات اس حالت میں ہوگی کہ وہ جذامی ہوگا۔ (نعوذ باللہ منھا)

خزینۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ علماء کے نزدیک بھول جانے کا مطلب یہ ہے کہ اب دیکھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۲: جو شخص کسی قرآنی آیت یا اسمائے الٰہی کو بطور وظیفہ پڑھے، تو سب سے پہلے اس کے مخارج اور صفات حروف کی تصحیح کرے۔

خزینۃ الاسرار میں بعض مشائخ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اوراد قرآنی کے جب تک مخارج حروف اور اس کے صفات صحیح نہ ہوں تو اس میں تاثیر نہ ہوگی اور مطلوب حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ خصائص اور اسرار صحت الفاظ اور معانی سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ بلا اس کے گوہر مقصود ہاتھ آنا مشکل ہے۔

مسئلہ ۳: جو شخص روزانہ کا وظیفہ یا ورد نیند کی وجہ سے نہ پڑھ سکا وہ مابین ظہر اور فجر کے پڑھ لے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذکار میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص اپنے رات کے وظیفہ سے یا اس کے کچھ حصہ سے سو گیا اور پڑھ لیا مابین نماز فجر و ظہر کے تو گویا اس نے رات ہی کو پڑھا۔

یعنی اس صورت میں برکات اور فیوض کا سلسلہ نہ ٹوٹے گا اور اگر اس سے زائد دیر کر دی تو فیوض کا تسلسل فوت ہو جائے گا۔ اسی لئے بزرگان ملت نے اوراد و وظائف میں بہت احتیاط کی ہے لہٰذا ہر مسلمان کو اس امر میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے ورنہ برسوں کی محنت رائگاں جاتی ہے۔ (ماخوذ از تحفۂ رمضان)

مسئلہ ۴: قرآت قرآن کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ میت خواہ عزیز و اقارب کی ہو یا دیگر احباب کی۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی قرآت کلام پاک، نماز یا صدقہ کا ثواب اپنی اموات میں سے کسی ایک کے لئے ہبہ کرنے کی نیت کرے اور اس نیت میں تمام مومنین اور مومنات کو شریک کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہرایک کو ان میں سے پورا ثواب اور جو شخص پہلے نیت میں تھا اس کے ثواب میں کمی نہیں کرتا ثبوت میں اللہ کا یہ ارشاد اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ پیش فرمایا ہے۔

یہاں یہ واضح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کلام پاک پڑھا جتنی توفیق ہوئی اب اس کے ثواب کے آپ مالک ہیں جس کو چاہیں ہبہ کرسکتے ہیں تو فوراً ہی اس کو پہنچا دینا چاہیئے جس کے لئے نیت کی ہو۔

مسئلہ ۵: قاری نے دوران تلاوت اگر اسم گرامی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھا تو اس پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا واجب نہیں کیونکہ کلام پاک سلسلہ وار پڑھنا صلوٰۃ وسلام سے بہتر اور افضل ہے۔ اگر بعد فراغت درود شریف پڑھے تو افضل ہے اگر نہ پڑھے تو گناہ نہ ہوگا۔

(خزینۃ الاسرار بحوالہ قاضی خاں)

مسئلہ ۶: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اس لئے کہ لوگوں کو لبھائے تو قیامت کے دن آئے گا وہ اس حالت میں کہ اس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا صرف ہڈی ہوگی۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے قرآن کریم کی تعلیم اس نیت سے حاصل کی کہ اس سے مال و دولت دنیاوی عزت و جاہ حاصل ہو تو اس کی سزا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تجویز فرمائی کہ ایسے شخص کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا صرف ہڈی ہوگی یعنی چہرہ

جو اشرف الاعضا ہے اور ناک کان اور آنکھ پر مشتمل ہے اور یہی چیزیں اس کی زینت کا سبب ہیں۔ جب یہ اعضا نہ ہوں گے تو نہایت ہی بد رونق اور بدنما معلوم ہوگا جو دیکھے گا وہ نفرت کرے گا۔

ایک بات قابل غور یہ ہے کہ اللہ جمیلٌ یُحِبُّ الجمال اللہ تعالیٰ خود جمیل ہے اور جمال اس کو محبوب ہے۔ ایسی حالت میں وہ کیسے نظر ڈالے اور جب خداوند کریم التفات نہ کریں گے تو کہاں ٹھکانا ہوگا۔

تاریخ طبع کتاب - آداب تلاوت قرآن

مکرم - انتظام اللہ شہابی جنھیں تالیف میں حاصل ہے قدرت
بحمد اللہ برائے اہل اسلام انھوں نے لکھے آدابِ تلاوت
کلام اللہ کے آداب کیا ہیں اسی کی اس میں عمدہ ہے وضاحت
"جزاک اللہ فی الدارین خیراً" میاں مفتی شہابی فخرِ ملت

سنِ ہجری میں ہے اے دردؔ تاریخ
لکھو - نفحاتِ آدابِ تلاوت

۱۳۸۴ھ

دردؔ کاکوروی

جویائے حق

آنحضرت حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سیرتِ مبارکہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر بے شمار حضرات نے لکھنے کی کوشش کی ہے اور اپنے اپنے انداز سے اپنی اپنی زبانوں میں حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

عبدالحلیم شررؔ نے سیرتِ مبارکہ کو اس کتاب میں دلچسپ عوامی پیرایہ میں تحریر کیا ہے۔ اُردو میں اسلامی تاریخی ناول کے تعلق سے یہ پہلی کتاب ہے جو حقائق پر مبنی ہے۔ اس کتاب میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا وہ مشہور خطبہ بھی شامل ہے جو آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے وصال سے قبل دیا تھا۔

قیمت ساٹھ روپے

ملنے کا پتہ

عالمی کتاب گھر ڈپو ۳۲۴ مٹیا محل دہلی ۶

ماں
(قرآن و سنّت کی روشنی میں)

واصل عثمانی

واصل عثمانی صاحب کی انعام یافتہ یہ کتاب اپنی ماں سے محبت کرنے والوں کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔

اس کتاب میں حضرت اسماعیل علیہ السّلام سے لے کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تک، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تک، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر نظام الدّین اولیا رحمۃ اللہ علیہ تک ہماری محترم اور قابلِ رشک ماؤں کے تذکرے کے ساتھ۔ سر سیدؒ، شبلی، محمد علی جوہر، مولانا علی میاں، مفتی شفیع اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی جیسے بزرگوں کی ماؤں کا تذکرہ شامل ہے۔ اس کتاب پر فاضل مصنّف کو انعام بھی ملا ہے۔ اس کتاب میں "ماں" کے تعلّق سے بلند پایہ شعرائے کرام کی مشہور نظمیں بھی شامل ہیں۔ اس کتاب کا سب سے اہم موضوع قرآنِ حکیم میں ماں کے سلسلے کی آیات اور سنّتِ نبوی کی روشنی میں ماں کے درجات پر خصوصی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب ہر اعتبار سے ایک بہترین کتاب ہے۔ قیمت تیس ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ: عاکف بکڈپو، ۳۴ مٹیا محل دہلی ۶

محمد سعید کے ۲ دو تاریخی

ناول

الزہرۃ الروم

۲ دو حصوں میں مکمل

فی حصہ -/۴۰ روپے

جب مسلمان بحری قوت سے قطعی محروم تھے۔ مگر بحیرہ روم کی طوفانی لہروں پر ان کی حکمرانی تھی۔ ایمان کے یہ پروانے بہت سے جزیروں کو اپنے پیروں تلے روندتے ہوئے قسطنطنیہ کے دروازوں پر دستک دینے لگے تھے ایسے اہم دور میں وہ واقعات سامنے آئے جن کی وجہ سے ہلالی پرچم کو سرنگوں ہونا پڑا۔ اس کتاب میں وہی واقعات درج ہیں۔

الجزائر

ایک جلد میں مکمل

-/۷۵ روپے

ایک عظیم قوم کی عظیم داستان۔ جب پورا الجزائر خون کے سمندر اور جہنم کی بھٹی میں بدل گیا تھا۔ سوز و ساز۔ آگ و خون آہوں اور آنسوؤں کی گود میں پلنے والے جیالوں نے محبت اور فرض کی روشنی میں الجزائر کے مستقبل کو ماضی کے اندھیروں سے باہر لا کھڑا کیا۔

ملنے کا پتہ: عاکف بکڈپو ۴۳۰۷ ٹیا محل دہلی ۶

ماں

(قرآن و سُنّت کی روشنی میں)

واصل عثمانی

واصل عثمانی صاحب کی انعام یافتہ یہ کتاب اپنی ماں سے محبت کرنے والوں کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔

اس کتاب میں حضرت اسماعیل علیہ السّلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تک، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ تک ہماری محترم اور قابلِ رشک ماؤں کے تذکرے کے ساتھ۔ سر سیدؒ، شبلی، محمد علی جوہر، مولانا علی میاں، مفتی شفیع اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی جیسے بزرگوں کی ماؤں کا تذکرہ شامل ہے۔ اس کتاب پر فاضل مصنّف کو انعام بھی ملا ہے۔ اس کتاب میں "ماں" کے تعلق سے بلند پایہ شعرائے کرام کی مشہور نظمیں بھی شامل ہیں۔ اس کتاب کا سب سے اہم موضوع قرآنِ حکیم میں ماں کے سلسلے کی آیات اور سُنّتِ نبوی کی روشنی میں ماں کے درجات پر خصوصی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب ہر اعتبار سے ایک بہترین کتاب ہے۔ قیمت تیس روپے ۳۰

ملنے کا پتہ: مکتبہ الحسنات مٹیا محل دہلی ۶